ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ | بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم | سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا

BADR
بدر
QADIAN

Digitized by Khilafat Library

اگر تو تشنہ لبی از فراق یار ازل | Reg. No. L. CCLXXXVIII | بنوش جرعۂ وصلش ز جام نور الدین

مؤمنیہ عام قیمت پیشگی سالانہ للعہ | قادیان ضلع

جلد ۱۴ | ۱۵ - ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۱ھ علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام مطابق ۱۶ - اکتوبر سنہ ۱۹۱۳ء و یکم کاتک سمت ۱۹۷۰ | نمبر ۱۳-۱۴

ضعیف و مردہ دلی گر بقادیان در آ | جائنٹ اڈیٹر میاں معراج الدین صاحب | کہ ہست محی موتی کلام نور الدین

دس شرائط بیعت

اوّل - یہ کہ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آیندہ اوس وقت تک کہ قبر مین داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا

دوم - یہ کہ جھوٹ اور زناہ اور بد نظری اور فسق و فجور اور ظلم و خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے -

سوم یہ کہ بلا ناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کو ادا کرتا رہیگا - اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہون کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا - اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانون کو یاد کرکے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روزہ اپنا ورد بنائیگا -

چہارم یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانون کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشون سے کسی نوع کی ناجایز تکلیف نہ دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے -

پنجم - یہ کہ ہر حال رنج و راحت، عسر اور یسر اور نعمت و بلا مین اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا - اور ہر حالت مین راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ مین ہر وقت طیار رہیگا - اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ قدم آگے بڑھائیگا -

ششم یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آ جائے گا - اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرلیگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ مین دستور العمل قرار دیگا -

ہفتم - یہ کہ تکبر اور نخوۃ کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے اپنی زندگی بسر کریگا -

ہشتم یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھیگا -

نہم - یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی مین محض للہ مشغول رہے گا اور جہان تک بس چل سکتا ہے اپنی خدا داد طاقتون اور نعمتون سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا ٭

دہم - یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوۃ محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوۃ مین ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتون اور ناطون اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو ٭

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کا مذہب

ما مسلمانیم از فضل خدا | مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
اندرین دین آمدہ از مادریم | ہم برین از دار دنیا بگذریم
آں کتاب حق کہ قرآن نام اوست | بادہ عرفان ما از جام اوست
آں رسولے کش محمد ہست نام | دامن پاکش بدست ما مدام
مہر او باشیر شد اندر بدن | جاں شد و با جاں بدر خواہد شدن
ہست او خیر الرسل خیر الانام | ہر نبوت را برو شد اختتام
ما ازو نوشیم ہر آبے کہ ہست | زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
آنچہ ما را وحی و ایمائے بود | آں نہ از خود از ہماں جائے بود
اقتدائے قول او در جان ماست | ہرچہ زو ثابت شود ایمان ماست
از ملائک و از خبرہائے معاد | ہرچہ گفت آں مرسل رب العباد
آں ہمہ از حضرت احدیت است | منکر آں مستحق لعنت است
معجزات او ہمہ حق اند و راست | منکر آں مورد لعن خدا است
معجزات انبیاء سابقین | آنچہ در قرآں بیانش بالیقین
برہمہ از جان و دل ایمان ماست | ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

یک قدم دوری ازاں عالیجناب
نزد ما کفر است و خسران و تباب

بدر پریس قادیان مین میاں معراج الدین عمر - پروپرائٹر و پرنٹر و پبلشر کے حکم سے چھپ کر شائع ہوا ٭

اخبار قادیان

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کو بسبب کثرت پیشاب کے بعض دن تکلیف زیادہ ہو جاتی ہے اور اکثر ضعف رہتا ہے۔ تاہم سب درس حسب معمول ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اون کی عمر بہت اور ثواب میں برکت پر برکت دے ٭ اہل بیت مسیح موعود میں ہر طرح خیریت ہے ٭ حضرت نواب صاحب بمعہ اہل بیت خود بخیریت واپس قادیان آگئے ہیں ٭ اکمل صاحب بالفظ اکمل صاحب گھر "آگئے ہیں (مُراد گولیکی) امید ہے دو چار روز تک واپس تشریف لے آئینگے۔ حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی قادیان آگئے ہیں۔ انہیں پہلے سے بہت آرام ہے لیکن اگر تقریر پر زور دین تو پھر دورۂ مرض کا خوف ہوتا ہے اس واسطے فی الحال ان کو تقریرون کی اجازت نہیں۔ اگرچہ کوئی شخص اُن سے کوئی مسئلہ پوچھ بیٹھے تو دینی خدمت کے عشق میں وہ اپنی کمزوری صحت کو بھول جاتے ہیں وہ تو اپنی محبت میں معذور ہیں۔ لوگ ہی انپر رحم کیا کریں ٭ ڈپٹی نصیر احمد صاحب ایم۔اے ہمارے تشریف فرما ہیں گوجرانوالہ میں جلسہ احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵-۲۶-۲۷ اکتوبر کو ہوگا قادیان سے عاجز راقم اور حافظ روشن علی صاحب کو جانے کا حکم ہوا ہے۔ ہوشیارپور میں جلسہ احمدیہ کل جمعہ سے شروع ہوکر تین دن رہیگا۔ یہان سے عاجز کو ہمراہی شیخ رحیم بخش صاحب جانے کا حکم ہے۔ دہلی سے میر قاسم صاحب تشریف لائینگے احباب لکھنؤ ڈاکٹر لعل محمد صاحب و مرزا کبیر الدین صاحب کی درخواست حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور میں قبول ہوکر مولوی میر قاسم علی صاحب کو اور عاجز راقم کو لکھنؤ جانے کا حکم ہے یکم نومبر کے قریب وہان جلسہ ہوگا۔ ماہ نومبر کی کسی تاریخ میں ملتان جلسہ ہونے کی تجویز ہے یہان سے غالباً حافظ روشن علی صاحب و مولوی سرور شاہ صاحب تشریف لیجائیں گے۔ اور پشاور سے مولوی نذر علی صاحب منشی ظہیر الدین صاحب اور دیگر احمدی گذشتہ ہفتہ میں قادیان تشریف لائے انکی درخواست پر حضرت خلیفۃ المسیح نے اون کے فرزند کا نام نصیر الدین رکھا ٭ برادر عزیز ولی اللہ شاہ نے مصر سے اپنے ایک خط میں لکھا کہ قرآن کے فہم کا لطف قادیان میں ہی ہے یہان کے لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر سمجھتے نہیں حضرت خلیفۃ المسیح نے انہیں جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ آپ اسواسطے وہان نہیں گئے کہ مصریوں سے قرآن پڑھیں بلکہ آپکا کام ہے کہ وہان زبان سیکھیں۔ اور قادر الکلام ہوکر اہل مصر کو قرآن پڑہائیں۔ قادیان میں مشین پریس پھر جاری ہے اور اس کے ساتھ ہی اخبار الحکم بھی باقاعدہ نکلنے کی تجویز ہو رہی ہے شیخ غلام احمد صاحب ضلع جالندھر میں وعظ کرنے کے بعد ضلع لاہور میں پہونچے بہ بنگہ میں قرآن شریف کا درس جاری کیا۔ احمدی احباب کو پابندی نماز باجماعت پر آمادہ کیا اور ایک "سو سترہ" ۱۱۷ چندہ جمع کرکے دفتر محاسب صدر انجمن کو روانہ کیا۔ آپ کی بی بی نے عورتون میں وعظ کئے ٭ برادر عبد الرحمان صاحب مصر سے لکھتے ہیں۔ ازہر میں تفسیر و حدیث کا درس سنتے ہیں۔ اور ہر دو صاحبان بخیریت ہیں ٭ برادر عبد الحی صاحب کا خط عدن سے آیا ہے۔ لکھتے ہیں جہاز پر جس قدر لوگ ہیں اون سب کو تبلیغ کی جاتی ہے۔ نصاریٰ کو بھی اور یہود کو بھی اور مسلمانون کو بھی ٭ منشی فرزند علی صاحب کا خط پورٹ سعید سے آیا ہے وہ بھی تبلیغ میں جہاز پر مصروف رہے ٭

نانک پنتھیوں میں تبلیغ اسلام

ہندوستان میں اٹاوہ بنارس

کانپور، لکھنؤ وغیرہ وغیرہ میں ایک خاص جماعت نانک پنتھیوں کی ہو جو سوائے باوا نانک کے اور کسی کو نہیں مانتے اور ان میں تبلیغ کا میدان بہت وسیع ہے جیسا کہ اٹاوہ میں نانک پنتھی جماعت نے شیخ محمد یوسف صاحب اڈیٹر نور کے لیکچرون کو خاص دلچسپی سے سنا مگر لوگ سوا ئے ناگری کے اور کسی زبان کو نہیں سمجھ سکتے اسلئے شیخ صاحب موصوف نے محنت شاقہ سے ٹریکٹ بنام "شری گورو نانک دیو جی کا مارگ" یعنی حضرت باوا نانک کا مذہب لکھا ہے جسمین گرنتھ اور جنم ساکھی کے مسلمہ حوالجات کی بناء پر نہایت صراحت اور وضاحت سے یہ تبلایا ہے کہ حضرت باوا مذاہب اور اس کے کل عقاید سے بیزار اور اسلام کے فدائی تھے یہ ٹریکٹ ٹائپ کے چھپوایا گیا ہے اور اسپر فی نسخہ ۱۲ سے زاید خرچ ہوا ہو گا مگر نانک پنتھیوں میں تبلیغ کے لئے اسکی قیمت صرف ۱۲ رکھی گئی ہے ذی مقدور احباب اس کار خیر میں حصہ لیکر ثواب دارین حاصل کریں اور بہت سے نسخے خرید کے مفت تقسیم کریں انشاء اللہ مفید ہوگا ٭

ولائت میں ایک نیا احمدی

اصحاب سلسلہ عالیہ کی بشارت اور از دیاد ایمان کیلئے

اسبات کا شائع کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح پچھلے ہفتون میں ایک عالی نسب لارڈ اور ایک نوجوان انگریز کا مشرف باسلام ہونا ہمارے لئے فرحت کا موجب تھا۔ اسی طرح اس ہفتہ ایک اور مسرت بخش خبر ولایت سے آئی ہے مکرمی خواجہ صاحب شکر اللہ سعیہ کے خطوط میں ہر ڈاک میں نئی اُمنگیں اور امیدیں نظر آتی ہیں اون کی مساعی جمیلہ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہان نصرانی اسلام قبول کر رہے ہیں وہان مسلمانون کا سلسلہ عالیہ میں داخل ہونا بھی شروع ہو گیا ہے اور حقیقت میں وہ انگریز جو خواجہ صاحب کے ہاتھ پر اسلام میں داخل ہو گئے وہ احمدی احمدی مسلمان ہو گئے۔ اون کو یہ سمجھانا ذرا مشکل نہ ہوگا کہ خلفاء اور مجددین کا سلسلہ اسلام کو تروتازہ رکھنے اور اس کی سچائی کا ہر زمانے میں ثبوت دینے کے لئے ضروری ہے اور اس زمانے کے امام حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں۔

ہان اصل بات جس کو ناظرین منتظر ہیں اسکو درج کرتا ہون۔ ایک نوجوان جو ولایت میں انجنیئر کلاس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اون کے متعلق کئی مہینوں سے خواجہ صاحب اطلاع دے رہے تھے کہ وہ متاثر ہو رہا ہے۔ آخر اس نے اب سلسلہ عالیہ میں داخل ہونے کے لئے خواجہ صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ میں آپکی بیعت کرتا ہون اونکی اصل درخواست اس وقت راقم کے پاس موجود ہے یا اسپر خواجہ صاحب نے انہیں ہدایت کی ہماری سلسلے کے امام حضرت خلیفۃ المسیح ہیں میں خود اون کے ہاتھ پر بکا ہوا ہون آپ بھی انکی خدمت میں بیعت کا خط تحریر کر دیں چنانچہ انہون نے خواجہ صاحب کی معرفت بیعت کا خط بھیجا ہے اون کے اشتیاق کو ظاہر کرنے کے لئے ان کے خط سے ناظرین کے لئے کچھ اقتباس پیش کرتا ہون "مدت چند ماہ سے سخت اشتیاق تھا کہ میں جناب والا کی بیعت کا فخر ہندوستان پہونچکر کرونگا مگر اب دل میں قرار باقی نہیں رہا کہ اپنی واپسی تک اس ثواب سے محروم رہون جناب خواجہ صاحب کی خط و کتابت اور انکے مضامین اور اون کی واحد مثال نے طبیعت میں ایک ایسی تڑپ پیدا کر دی ہے کہ طبیعت کو چین لینے نہیں دیتی۔ اور اس کا درمان اسی میں ہے کہ جناب کی بیعت کا جتنی جلدی بھی فخر حاصل ہوتا ہی اس کمترین کے حق میں بہتر ہوگا ٭

اسپر حضرت خلیفۃ المسیح نے انکی طرف اپنے دست مبارک سے خط تحریر فرمایا ہے جسکی نقل ذیل میں ہے۔

عزیز مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپکے فرحت نامہ کو حرف بحرف پڑھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپکو اسلام سے سچی محبت قرآن کریم سے دلی تعلق اور اس کے قانون پر چلنے کی پوری توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ صداقت۔ سچائی۔ ہمت بلند۔ استقلال بخشے۔ بدصحبت بُری کتابون سے بچائے۔ بے استقلال انسان بابرکت نہیں ہوسکتا۔ ثم اوصیک بتقوی اللہ فقد فاز المتقون ٭

نور الدین بقلم خود ۱۳۔ اکتوبر ۱۳ء - راقم صدر الدین ۱۳۔ اکتوبر ۱۳ء

نوٹ:- ان کے نام کا جزو ہی اس سے حضرت صاحب نے نیک فال لی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے کوثر عطا کیا۔ حضرت صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ کوثر عطا فرماوے ٭ صدر الدین ٭

پادری صاحبان توجہ کریں

پادریصاحبان کی بالخصوص ولیسی پادری صاحبان کی یہ عادت تہی کہ مسلمانوں کے اس عقیدے سے فائدہ اُٹھا کر کہ ہم حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مانتے ہیں اور انکی شان میں کوئی کلمہ ناشائستہ کہنا گناہ خیال کرتے ہیں ہم سے تو اپنے خداوند کی تعریف کرا لیتے اور خود ہمارے نبی کریم علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کے حق میں بہت ہی گندے اور ناپاک الفاظ بول بول کر مسلمانوں کا دل دکھایا کرتے تعجب مسلمانوں نے بقول تنگ آمد بجنگ آمد اپنے مقدس رسول کی ہتک سنتے سنتے تنگ آکر اس معاملہ پر غور کیا اور انکو معلوم ہوا کہ جس یسوع کو پادری لئے پہرتے ہیں - اور مروجہ انجیلوں میں اس کا قصہ ہے - اس کا نام قرآن و حدیث میں کہیں نہیں آتا - بلکہ وہ یہودی قوم کا ایک خود تراشیدہ انسان ہے جو اپنے آپ کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا کہتا ہے اور ایسا آدمی نبی نہیں ہو سکتا - تب اُنھوں نے بہی طرز مناظرہ مین تبدیلی کی - اور یسوعی صاحبان کو کچھ ہوش آگئی - یہانتک کہ زرافشان کے طرز تحریر میں بہی کچھ نرمی کا رنگ آگیا - لیکن اب پہر ایک پادری صاحب جو ہیں تو دیسی گر نام ان کا انگریزی ہے اس مناظرہ کے میدان میں پرانے ہتھیار لے کر آکودے ہیں - کہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالیاں - کہیں حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کو دشنام دہی - کہیں کسی اسلامی عالم کے حق مین واہی تباہی - اور اس طرح مسلمانوں کو اشتعال دے کر وہ چاہتے ہیں - کہ لڑائی جھگڑے کا میدان گرم رہے - بہتر ہوتا کہ بوڑہے پادری صاحب اپنے شیش محل کی طرف نظر کرکے دوسروں پر پتھر نہ پھینکتے - ان کی آئے دن کی تحریروں - رسالے پر رسالوں اور کتاب پر کتاب میں سخت دل آزار فقروں کو پڑھ کر مسلمانوں کے دل پارہ پارہ ہو رہے ہیں - اور ہمارے پاس اُن کے جواب مین کئی ایک مضامین پہنچ رہے ہیں - پہر بہی ہم ایک ایسے مضمون کو چھاپتے ہیں - جو نسبتاً بہت نرم الفاظ مین لکھا گیا ہے -

ایڈیٹر

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہو نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تامس ہاول بشپ صاحب کی دینی قابلیت اور عیسائیت کا کھلا بیان

بجواب

میرزائی صاحبان کے افتراء کا اظہار

یہ بات روشن ہے کہ پادریوں کے یسوع صاحب ایک عاجز مخلوق انسان تھے اپنی حاجتوں اور اشتہاؤں کو پورا کرنے کے لئے دوسرے انسانوں کے محتاج تھے ساری عمر بادشاہت کو اور دنیاوی فخروں کے حاصل کرنے کے وہم مین گذری پر کچھ بھی میسر نہ آیا - اپنی کسی اُمید میں عمر بھر کامیابی دیکھنی نصیب ہوئی یہان تک رہنے کو کوئی چھوٹا سا جھونپڑا بھی نہ ملا - آخر یہودیوں کے استغاثہ کرنے پر صلیب پر چڑھائے جانے کے مستوجب ٹھہرائے گئے ﴿

پادریوں کا عقیدہ ہے کہ صلیبی حالت کو یسوع نے اپنی مرضی سے اختیار کیا تہا - اور اس سے اس کی یہ غرضی تہی کہ جو کوئی اسکے اس حادثے پر ایمان لائیگا وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا مگر یہ عقیدہ ان کا نہ تو عقل کی رُو سے درست ہے اور نہ ہی نقل میں کوئی سند پائی جاتی ہے - منگھڑت باتوں سے صرف جی خوش کر رہے ہیں ﴿

توریت کا مسلہ مسئلہ ہے کہ جو کوئی کاٹھ (صلیب) پر مارا جاتا ہے وہ لعنتی ہوتا ہے ﴿

یہودی تو یسوع کے صلیب پر چڑھنے میں اسلئے خوش ہیں کہ اُنھوں نے اپنے زعم مین ایک کذاب اور مفتری کو صلیب کی سزا دلانے میں کامیابی حاصل کرکے اُسے جھوٹا ثابت کر دیا - اور ابدی لعنت کا طوق اس کے گلے مین ڈالدیا - لیکن پادری صاحبان نے اس درخت کو اُگتا ہوا دیکھ کر اوس کے سایہ میں اسطرح بیٹھنا پسند کر لیا کہ چلو یسوع کی جان کو ابدی لعنت کے سپرد کرکے اسے اپنے گناہوں کا کفارہ ہی سمجھ لیں ﴿

لیکن کیسے افسوس کا مقام ہے کہ دونوں گروہوں نے ملکر یسوع کو بیکس پاکر اُسے ملعون بنانے پر اتفاق کر لیا - یہودی تو گنہگار گذرے تھے ہی مگر پادریوں کو بھی ذرا خوف خدا نہ آیا کہ وہ جوان کے لئے ایک آسمانی مقتدا اور راستباز تھا - اور اس کے لئے اتنا خیال تو کرتے کہ اس کا ارتکاب خودکشی کرنا بھی بیجا نہ تہا اور دوسروں کے ہاتھوں سے مارا جانا بھی اس کے تمام دعاوی اور حقوق راستبازی کے تلف ہونے کا موجب تھا اس کی نسبت صحیح عقیدے شائع کرتے ﴿

پادریوں نے اپنے پیشوا کی شان کو قائم رکھنے اور اسکو پبلک کے سامنے پیش کرنے مین انصاف - خوف خدا اور ایمانداری سے کام نہ لیا اُنھوں نے اس کی شان کو ایسا ملتبس کر دیا ہے کہ اس کو ادنیٰ طبقہ کے اخلاقی اوصاف سے بھی بہت نیچے گرا دیا ہے اور ان کے امام انجیلوں کے لکھنے والے اس کے دوست نہیں بلکہ دشمن معلوم ہوتے ہیں اُنھوں نے اس کو ہر ایک اخلاقی پہلو میں ایسا نیچے گرایا ہے کہ اس سے نیچے کوئی درجہ نہیں چھوڑا مثلاً اگر بدنظری اور زنا اور اس کے ہر ایک مبادی سے عفت اختیار کرنا ایک اعلیٰ اخلاق ہے تو یوحنا لکھنے والا کہتا ہے کہ وہ تو یروشلیم کی عورتوں کے ہاں مہمان رہا کرتا تہا - بیت عنیاہ مین بعضی نوجوان عورتین یسوع کی محبت کے جوش میں اس کے پاؤں پر تین تین سو دینار کا عطر اُنڈیل دیتین اور پہر غلبۂ محبت میں اپنے سر کے بالوں سے اس کو ملتی اور پونچھتی تھین دیوحنا ۱۲ب) زناکار عورتوں کو سزا تجویز کرنے سے انکار کرتا - اور کئی حیلوں سے ٹالدیا کرتا تہا دیوحنا ۸ب) پہر اگر شراب نوشی سے بچنا ایک اعلیٰ اخلاقی وصف ہے تو متی (۱۱ب) جیسا دوست نما دشمن اوس کے شراب پینے کی شہادت مہیا کرتا ہے - اگر ماں باپ کی عزت کرنا اعلےٰ صفت ہے تو یوحنا ۲ب) اور مرقس (۳ب) ماں کو شوخی سے جھڑکی دینے اور حقارت سے پیش آنے کا ثبوت دیتے ہین - اور اگر راستبازوں اور بزرگوں کی عزت کرنا طریق خلق اخلاق ہے تو یوحنا (۱۰ب) گواہی دیتا ہے کہ یسوع تمام پہلے بزرگوں اور راستبازوں کو ڈاکو اور بٹمار کہا کرتا تہا - اور اگر چوری کرنا اور دوسرے کا مال بلا اجازت لینا اخلاقاً حرام ہے تو مرقس (۱۱ب) بیان کرتا ہے کہ بیگانے کھیتوں سے بالیان توڑنے اور غیر کا گدھا کھول لانے کی ترغیب کا یسوع ذریعہ تہا - پہر اگر دوسروں کا نقصان کرنا اخلاقی عیب ہے تو ایک شخص کے دو ہزار سوروں کو جھیل مین غرق کرنے کا تماشا دیکھنا وغیرہ الزام اس کے ذمہ عاید ہین جن کو متی ۸ب و مرقس ۵ب مین بیان کہتے ہیں - اور اگر لوگوں کو گالیاں دینا اور سخت کلامی کرنا بُرے اخلاق ہیں تو مرقس ۷ب، ۱۲ب، ظاہر کرتا ہے کہ وہ فقیہوں - فریسیوں کو بلا استثناء بری اور زناکار پشت - سانپوں اور سانپوں کے بچے وغیرہ الفاظ کہا کرتا تہا ﴿

غرض اسی طرح اخلاقی زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس میں

ان دشمنان دوست نما نے یسوع کی تصویر کو نہایت بُری سیاہی آلودہ اور بدنما کھینچا ہو۔ پادریانہ یسوع کا یہ اخلاقی حلیہ دیکھ کر ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ یہ شخص وہ تو نہیں جس کا نام قرآن کریم میں عیسیٰ مسیح آیا ہے۔ ممکن ہے کہ یسوع کو بھی مسیح کہتے ہوں۔ لیکن یہ شخص قرآنی عیسیٰ مسیح تو معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس شخص میں اس قدر عیب موجود ہوں اس سے تو قرآن کریم بالکل بیزار ہے اس نے جس عیسیٰ مسیح کا ذکر کیا ہے وہ ایک انسان مخلوق۔ اللہ کا رسول پاکباز۔ رزق حلال کھانے والا۔ ماں باپ کی عزت کرنے والا۔ نامحرم عورتوں کے میل جول سے بچنے والا۔ نیکی کی تعلیم دینے والا تھا۔ اور اون مقرب بندوں سے تھا جن کو اللہ تعالیٰ آخر کار غیروں کے منصوبوں سے بچا لیا کرتا ہے وہ ہرگز ہرگز ملعون نہ تھا۔ اس لئے ہم نے اس تحریر میں یسوع مسیح سے مراد انجیلی یسوع لکھا ہے۔ اور اگر کہیں عیسیٰ یا عیسیٰ مسیح مذکور ہو گا۔ تو اس سے مُراد قرآنی عیسیٰ مسیح سمجھنا چاہیئے ✤

یہ ایک مسلم بات ہے کہ یسوع مسیح کی صلیبی خودکشی عیسائی ملت کی جان ہے اوس کی صلیبی موت میں اس ملت کی زندگی اور اس کے صلیب سے زندہ بچ اترنے میں اس ملت کی موت متصور ہے یعنی یہ عیسائی ملت یسوع مسیح کا ایسا دشمن ہے کہ اوس کو صلیب پر مُردہ دیکھنے اور اسے لعنتی ثابت کرنے میں فرحت زندگی پاتا ہے ✤

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یسوع مسیح خواہ اس سے مُراد عیسیٰ ہی کیوں نہ لیا جاوے۔ صلیب پر مرا نہ تھا بلکہ وہاں سے زندہ اُترا تھا جس کا ثبوت بہت ساری تصانیف سلسلہ احمدیہ میں دیا جا چکا ہے چنانچہ منجملہ اور شہادتوں کے اناجیل کے ذریعے بھی ان کا صلیب سے زندہ اُترنا ہی ثابت ہوتا ہے۔ اور بقول ٹامس ہاول صاحب یہ اناجیل قد یصدق الکذوب کا مصداق بن رہی ہیں ✤

ہم نے کتاب "واقعہ صلیب مسیح کی چشم دید شہادت" کی ابتداء میں ایک دیباچہ شامل کیا ہے جس میں یسوع مسیح کے صلیب سے زندہ بچ اُترنے کے متعلق انجیلی شہادتیں پیش کی ہیں۔ اور یہ ایسی مسکت دلائل ہیں کہ پادری صاحبان ان کے جواب سے خاموش ہیں ✤

کتاب واقعہ صلیب مسیح کی چشم دید شہادت ایک انگریزی کتاب The Crucifixion By an eye witness کا اردو ترجمہ ہم نے حال میں شائع کیا ہے یہ بات ہر ایک سمجھدار انسان جانتا ہے کہ امریکہ ایک عیسائی مذہبی ملک ہے۔ جہاں سے بڑی بڑی مشنیں غیر ملکوں میں عیسائی ملت پھیلانے کے لئے بھیجی ہوئی ہیں اور جتنی مالی امداد اپنی مشنوں کو امریکہ سے پہنچتی ہے اس کی نظیر کسی دوسرے ملک میں پائی نہیں جاتی اسی امریکہ کے نامی گرامی عیسائی شہر شکاگو کی ایک عیسائی کمپنی نے چند سالوں سے یہ کتاب انگریزی میں پہلی اور دوسری بار ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر تمام دنیا میں شائع کی۔ یورپ کی بعض دوسری زبانوں میں بھی اس کتاب کی اشاعت کا ذکر سنا گیا ہے۔

یہ ایک نہایت دلچسپ کتاب ہے اس میں یسوع مسیح کے ایک دوست اور خیرخواہ نے جو صلیب کی مصیبت سے بچانے میں ایک مفید مددگار تھا۔ صلیب کے تمام واقعات کو تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا ہے۔ اس میں اس نے لکھا ہے کہ یسوع مسیح صلیب سے زندہ اُترے تھے۔ اس شخص نے اون تمام باریک اور لطیف کارروائیوں کو تشریح سے لکھا ہے جو یسوع مسیح کو صلیب کی موت سے بچانے کے لئے عمل میں لائی گئی تھیں یہ کتاب نہایت دلچسپ واقعات کا ایک مجموعہ ہے ✤

یہ کتاب پادریوں کی انجیلوں سے بہت زیادہ قابل وثوق اور قابل اعتبار ثابت ہوتی ہے کیونکہ:-

۱۔ جب ان انجیلوں کی روایتوں پر غور کیا جاتا ہے تو وہ غلط بیانیوں اور غلط روایتوں کا طومار نظر آتی ہیں۔ اسجگہ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند باتیں دکھائی جاتی ہیں۔

(۱) "تب یوسف نے اپنے باپ یعقوب اور اس کے سارے کنبے کو جو ۷۵ جانیں تھیں بُلا بھیجا۔ اور یعقوب مصر میں گیا وہاں وہ اور ہمارے باپ دادا مر گئے اور وہ شہر سکم میں پہنچائے گئے۔ اور اس مقبرے میں دفن کئے گئے جس کو ابراہیم نے سکم میں روپے دیکر بنی حمور سے مول لیا تھا" دیکھو ۱۶-۱۴ اعمال ۷ باب)

(ا) پہلے تو اس میں ۷۵ کی تعداد ہی غلط لکھی ہے کیونکہ کتاب پیدائش ۴۶ باب اور خروج ۱ باب اور استثناء ۱۰ باب کے پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ یوسف کے دو بیٹوں سمیت جو مصر میں پیدا ہوئے۔ یہ سب لوگ ستر تھے ✤

(ب) پھر اس میں ان کا مدفن شہر سکم کا وہ کھیت بیان کیا گیا ہے۔ جو ابراہیم نے بنی حمور سے مول لیا تھا اور یہ بھی غلط ہے۔ اول اس لئے کہ یعقوب کی وصیت تھی کہ مجھے اپنے باپ دادوں کے پاس اوس مغارے میں جو حتی عفرون کے کھیت میں ہے گاڑیو۔ یعنی اس مغارے میں جو مکفیلہ کے کھیت میں ممرے کے مقابل کنعان کی زمین میں ہے جو ابراہیم نے کھیت سمیت عفرون حتی سے مول لیا تھا تا اس کی ملکیت سے گورستان بنے۔ پیدائش ۴۹ باب ۳۲-۲۹ دوسرے اس لئے غلط ہے کہ یعقوب کو اس کی وصیت کے مطابق اسی مغارہ میں دفن کیا گیا۔ چنانچہ لکھا ہے اس کے بیٹے اُسے کنعان کی زمین میں لے گئے۔ اور اسے مکفیلہ کے کھیت کے مغارے میں جسے ابراہیم نے گورستان کی ملکیت کے لئے عفرون حتی سے ممرے کے مقابل مول لیا تھا گاڑا۔ پیدائش ۵۰ باب ۱۳

(ج) پھر زمین سکم ابراہیم کا خریدنا غلط بیان کیا ہے کیونکہ کتاب پیدائش ۳۳ باب ۱۸-۱۹ میں لکھا ہے کہ "اور یعقوب فدان آرام سے باہر ہو کے ملک کنعان کے شہر سالم کو سکم کے نزدیک آیا۔ اور شہر سے باہر اپنا خیمہ کھڑا کیا اور جس پر اس کا ڈیرہ تھا اس نے اس کھیت کو سکم کے باپ حمور کے لڑکوں سے سو قسطیوں پر مول لیا اور اس نے وہاں ایک مذبح بنایا اور اس کا نام ایل الہ اسرائیل رکھا ✤

(۲) متی ۲ باب ۲۳ میں لکھا ہے کہ نبیوں کی پیشگوئی تھی کہ وہ (یسوع) ناصری کہلائے گا۔ لیکن یہ بات سراسر غلط ہے۔ کیونکہ عہد نامہ عتیق کے کسی نبی نے بھی ایسی پیشگوئی نہیں کی ✤

(۳) متی ۵ باب ۴۳ میں لکھا ہے کہ "تم سُن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت" کسی پہلی کتاب میں موجود نہیں کہ دشمن سے عداوت رکھنے کا حکم دیا گیا ہو۔ وغیرہ وغیرہ - یہ ایک ایسی مجہول کلام ہے اور لکھنے والے نے کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کہاں سے سُن چکے ہو۔ اسکی وجہ یہی تھی کہ اس کو معلوم ہوگا کہ یہ ایک بناوٹی بات لکھ رہا ہوں جو کسی پہلی کتاب میں پائی نہیں جاتی ✤

مرقس ۲ باب ۲۶-۲۳ میں یسوع فریسیوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ کیوں سبت کے دن تو اپنے شاگردوں کو غیروں کے کھیتوں سے ناجائز طور پر بالیاں توڑ کر کھانے کی اجازت دیتا ہے یہ کہتا ہے کہ "تم نے کبھی نہیں پڑھا کہ داؤد نے کیا کیا جب اس کو اور اس کے ساتھیوں کو ضرورت ہوئی اور بھوکے ہوئے وہ کیونکر سردار کاہن ابیاتار کے عہد میں خدا کے گھر میں گیا۔ اور نذر کی روٹیاں کھائیں جن کا کھانا کاہنوں کے سوا کسی کو روا نہیں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دیں ✤

اس میں مرقس نے خلاف واقعہ بات لکھی ہے اور سموئیل ۱-۲۱ باب سے اس کی تغلیط ثابت ہوتی ہے کیونکہ ابیاتار اس وقت نہ سردار کاہن تھا اور نہ داؤد اس کے پاس گیا بلکہ اخیملک سردار کاہن تھا۔ اور اسی نے کر داؤد نے مقدس روٹیاں کھائیں اور نہ ساتھیوں کو کھلائیں ✤

اس میں یسوع نے جو جواب دیا ہے وہ بھی نہایت غلط ہے۔ کیونکہ اعتراض تو یہ تھا کہ ناروا (چوری کی) بالیان کیوں کھاتے ہو اور وہ جواب میں اون روٹیون کا ذکر کرتا ہے جو کاہن نے اپنے ہاتھ سے داؤد کو دی تھین *

(۵) اعمال ۷ میں لکھا ہے کہ "خدائے ذوالجلال ہمارے باپ ابراہیم پر اس وقت ظاہر ہوا جب وہ حاران میں بسنے سے پیشتر مسوپوتامیہ میں تھا" یہ بات سراسر غلط ہے کہیں کسی کتاب سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی *

(۶) تمطاؤس ۳ "جس طرح ینیس اور یمبریس نے موسیٰ کی مخالفت کی" یہ دونون کام غلط اور فرضی ہیں *

(۷) یہوداہ آیت ۹ - موسیٰ کی لاش کی بابت میکائیل کا شیطان سے تکرار کرنا بے سند اور خلاف واقعہ بات ہے *

اسی طرح پادریون کی دینی کتابیں جعلی عبارتین بناکر اون کو عہدنامہ عتیق کی طرف منسوب کرنے اور غلط واقعات لکھ کر اون کو تاریخی بیان کرنے سے بھری ہوئی ہیں اسجگہ ہمنے نمونہ کے طور پر تھوڑی سی باتیں دکھائی ہین۔ انشاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی موقعہ ملا۔ تو مفصل لکھکر انجیلون کی حالت ظاہر کرینگے ان کے مقابل پر کتاب "واقعہ صلیب مسیح کی چشمدید شہادت" بہت معتبر اور صحیح معلوم ہوتی ہے

(۸) اناجیل کے لکھنے والون کے چال چلن کے متعلق کافی شہادت ایسی نہیں ملتی جن سے انکو معتبر اور راویانہ حیثیت میں قابل اعتبار تسلیم کر لیا جاسکے اگر غیر کی شہادت موجود نہ تھی۔ تو ان کی اپنی شہادت اُنہیں معتبر ثابت کرتی۔ لیکن ایسا بھی موجود نہیں۔ بالمقابل اس کے اس کتاب کا مصنف ایک اعلیٰ طبقہ کا ایسریا ایسن ہے۔ اور ایسرون کے چال چلن کا ہر ایک قسم کے لوث سے پاک اور اعلیٰ ہونا مسلم ہے اور نیز اس کتاب میں اس کا مذکور موجود ہے *

(۹) اناجیل لکھنے والوں میں سے کسی نے واقعات کو اپنی آنکھون سے دیکھکر نہین لکھا نہ تو خود ہی کہیں تصدیق کی ہے کہ ہمنے جو واقعات درج کئے ہیں انکو اپنی آنکھون سے دیکھا ہے بلکہ ان میں سے بعض لکھتے ہیں کہ جس طرح اور لوگون نے سنی سنائی باتین لکھی ہین اسی طرح ہمنے بھی لکھدی ہیں اور وہ لکھ ہی کیونکر سکتے تھے۔ کیونکہ لوقا اور مرقس تو نہ حواری تھے اور نہ کبھی مسیح کی زندگی مین اسپر ایمان لائے تھے۔ بلکہ اتنا بھی نہین ثابت کہ اُنھون نے یسوع مسیح کو کبھی آنکھون سے دیکھا بھی تھا *

یوحنا کی انجیل کی نسبت کوئی بھی ثابت نہیں کر سکتا کہ یہ اس یوحنا کی لکھی ہوئی ہے جو مسیح کے حواریون کی فہرست میں دیکھا جاتا ہے۔ ماسوائے اس کے وہ کتاب ہی ایسے نرالے اور اجنبی مضامین پیش کرتی ہے جن کو اس سے پہلے عیسائی تثلیث جانتا بھی نہ تھا یہ تو ایک شخص یونس نامی کی لکھی ہوئی ہے جو مصری فلاسفرون کا شاگرد تھا اور اسے عیسائیوں میں معتبر بنانے کے لئے اس کو یوحنا کے نام سے منسوب کر دیا تھا۔ اسی طرح متی کی کتاب کا حال ہے اخبار بدر ۱۵ - مئی ۱۹۱۳ء میں ہم نے اس بات کو تفصیل کے ساتھ درج کیا ہوا ہے ناظرین اس کو دیکھ سکتے ہیں *

اون کے بالمقابل اس کتاب کا مصنف صاف یہ لکھتا ہے "میں . . . حلف اٹھاکر یہ تحریر کرتا ہوں تاکہ اس واقعہ کے متعلق آپکے صحیح علم اور یقین ہو جاوے۔ میں صرف وہی باتین بیان کرتا ہوں۔ جن کو میں علےٰ وجہ البصارت جانتا ہوں اور جن کے واقعہ ہونے کا میں چشم دید گواہ ہوں۔ اور میں سچ کہتا ہوں کہ ان کاموں سے مجھے حقیقی دلچسپی تھی۔ اور انمین عملی دسترس کا حصہ لینے کا مجھے بہت اچھا موقعہ نصیب ہوا تھا میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ وہ سارے واقعات جو میں نے اپنی آنکھون سے دیکھے ہیں مجھے پورے طور سے یاد ہیں اور ان میں سے کوئی بات مجھ کو فراموش نہیں ہوئی" پیراخیر خط میں وہ اسکو یون ختم کرتا ہے۔ "جو کچھ میں نے لکھنا تھا وہ اسی قدر تھا اور جیسا یہ لکھا گیا ہے وہ اسی طرح واقعہ ہوا۔ ہمارے سلسلہ کے اعظم اراکین نے ان واقعات کو اپنی آنکھون سے دیکھا ہے میری آنکھون نے بھی ان کو دیکھا ہے اور میرے کانون نے انکو سنا ہے اور میں یوسف کا دوست ہون جو اعلیٰ کونسل کا ممبر ہے"

فریقین کے متعلق موقعہ کی خارجی شہادت موجود نہ ہونے کی صورت مین انکا اپنا حلفی بیان تصدیق مدعا کے لئے اکتفا کر سکتا تھا۔ لیکن انجیل نویسون کے حلفی بیان تو کیا کوئی کسی قسم کا بیان شہادت رویت کے تصدیق نہیں کرتا اور اس کتاب کا لکھنے والا حلفی بیان سے ثابت کرتا ہے کہ اس نے نہ صرف ان واقعات کو غیرون کے ہاتھون سے واقعہ ہوتے ہوئے دیکھا بلکہ اوسکو خود عملی دسترس حاصل تھی اور اسبات کی گواہی بھی دیتا ہے۔ کہ اوسوقت اوس کے حواس اور حافظہ کی قوت صحیح اور محفوظ تھی اور دیانتداری سے پورے پورے حالات بلا کم و کاست لکھنے کی بھی تصدیق کرتا ہے اسلئے انجیلون کو اس کے سامنے کوئی اعتباری پایہ ثابت نہیں ہو سکتا *

علاوہ بریں انجیلین غور سے پڑھنے سے انکی مصنفون کی نسبت بلوث اور بے اعتباری کا خیال دامنگیر ہو جاتا ہے کیونکہ سچے اور جھوٹے اور دیدہ اور شنیدہ باتاریوں میں تمیز کرنے کے لئے عبارت کی کیفیت جو قلب سلیم کی رہنمائی کرتی ہے وہ اناجیل کے لکھنے والون کے حالات میں مخالف فیصلہ کرتی ہے اور اس کتاب چشمدید کے پڑھنے سے لکھنے والے کی بصارت اور صداقت پر اعتبار اور یقین بڑھتا جاتا ہے *

پھر اس پہلو میں یہ بات بھی بہت کچھ وقعت کے قابل ہے کہ اس کتاب کو یورپ کی بعض زبانوں میں عیسائیون نے شائع کیا۔ اور عیسائیون نے اسکو مزے لے لے کر پڑھا۔ چنانچہ امریکہ کے شکاگو جیسے مشہور عیسائی شہر میں بزبان انگریزی کئی ہزارون کی تعداد میں پہلی بار چھپ کر شائع ہوئی اور بہت دلچسپی کے ساتھ عیسائیوں میں مقبول ہوئی۔ پھر اوس ایڈیشن کے ختم ہونے پر ۱۹۰۷ء میں دوسرا انگریزی ایڈیشن وہیں سے چھاپا اور شائع کیا گیا *

عیسائیون نے اس کی تردید نہ کی بلکہ اسے خوشی سے قبول کیا اور اس کی اشاعت میں علانیہ مدد کی۔ اور تامس ہاول بشپ اور جیمز صاحبان جیسے مذہبی لوگون نے بھی اس کی مخالفت میں کچھ نہ لکھا بلکہ اپنے سکوت سے اس کتاب کے اعتبار کو تصدیق کر دیا *

جب ان پادری صاحبان نے اس کتاب کی عیسائی ملکون اور زبانون مین ترویج اور اشاعت پر اتنی کافی میعاد تک خاموشی سے اس کے اعتبار کی تصدیق کر دی۔ تو اب ہم نے اس عجیب و غریب کتاب کو عیسائیوں کی مستند اور مسلمہ کتاب سمجھ کر اُردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ ہم اس کتاب کے مصنف نہیں۔ البتہ ہم نے اسکے ساتھ ایک حاشیہ اپنی تالیف کا لگایا ہے۔ جو اس کے مضامین کی انجیلی شہادتون سے تصدیق کرتا ہے اور جو ایک قابل مطالعہ مضمون ہے،

ہم نے اس کتاب کو صرف اپنی غرض کے لئے پیش کیا ہے کہ اس میں چشم دید شہادت سے یسوع مسیح کا صلیب سے زندہ اترنا ثابت کیا گیا ہے یہ ایک ایسی دستاویز ہمارے حریف مخالف کے اپنے گھر سے پیدا ہوئی ہے جس سے ہمارے عقیدہ کی تائید میں ایک مزید شہادت بہم پہنچتی ہے اور ہزارہا بندگان خدا جو یسوع مسیح کی صلیبی خودکشی کے خطرناک اعتقاد سے کفارے کی وہمی فلسفی کے پنجے میں ان پادریون کی ترغیب سے گرفتار ہیں اونکی اس سے مخلصی کی اُمید ہے کیونکہ صلیب مسیح اور اصلی واقعات کو منکشف کرتی ہے اور کفارے کا بطلان کرتی ہے *

اب ایسے وقت مین جب ہم نے اس کتاب کو اُردو میں شائع کیا ہے اور اس کا مطلب پبلک کو سمجھایا ہے تو بوڑھے تامس ہاول اور اون کے رنگ میں جیمز صاحبون کی آنکھین کھلی ہیں۔ اور کفارے کے ملت کی جان جاتی دیکھ کر جب اور کچھ نہ بن پڑا تو گھبراہٹ میں اٹھ کر اور دیکھا نہ تاؤ اس کو جعلی ہی کہہ دیا اور چوروں کے نکال مارے ان سے کوئی پوچھے کہ جب پادری مین اور امریکن ہاتھون

سے عیسائی زبانوں میں اور عیسائی ملکوں میں ہزاروں کی تعداد میں یہ کتاب شائع ہوتی رہی تو اس وقت تک۔ تو اس کے جعلی ہونے کا خیال تک بھی آپ کو نہ آیا۔ اگر جعلی تھی تو اس کو شائع ہی نہ ہونے دیتے۔ اور اگر شائع ہو گئی تھی تو اس کے جعل کو ثابت اور منکشف کرنے کے لئے کوئی کارروائی آپنے ایسی کی ہوتی جس سے آپ سرخرو ہی ہے اس کو جعلی کہنے کا حق رکھ سکتے۔

اب اس کتاب کو جعلی ثابت کرنے کی کوشش ستے بعداز جنگ ہے۔ اب تامس ہاول اور جیمرض صاحبوں کے ہاتھوں کو تیر نکل چکا ہے۔ اب پچھتانے سے کچھ بن نہیں سکتا۔ اور کوئی نئے واقعات اور حقوق ایسے پیدا نہیں ہوئے جن سے اسقدر مدت دراز تک اسکو مستند اور صحیح سمجھے جانے کی اجازت دینے کے بعد اس کو جعلی ثابت کرنے کا استحقاق حاصل ہو گیا ہو ۔

بالفرض اگر یہ کتاب جعلی ہے تو پھر بھی یہ عیسائیوں ہی کا جعل ہے۔ اور تامس ہاول اور جیمرض صاحبان اور ان کے متعلقین باوجود علم و یقین ہونے کے اس جعل کو خاموشی کے سند سے تصدیق کر کے شائع اور مروج ہونے کی اجازت دینے سے اعانت اشاعت جعل کے مرتکب ہیں۔ اگر یہ افترا ہے تو اس افترا کے بنانے کا الزام بھی تمام عیسائی دنیا پر ہے اور پادریوں پر سب سے زیادہ۔ کیونکہ جب اون کے گھر سے ایک مفتریانہ دستاویز چھپ کر پبلک کو دھوکہ میں ڈالنے کا موجب ہوتی ہے۔ تو اون کی خاموشی ان کی اعانت پر دلیل ہوتی ہے۔ اور وہ سب اس الزام کے انصافاً مستحق قرار پاتے ہیں ۔

یہ تامس ہاول صاحب کے اپنے گھر کا ہی انصاف اور ایمان ہے کہ ایسے از دست رفتہ وقت میں محض اوس بغض اور تعصب کی وجہ سے جو اون کو ہمارے سلسلہ سے ہے اس کتاب کو ہمارے سلسلے کا افترا بیان کرتے ہیں اگرچہ یہ مقام افسوس ہے لیکن اون کی ملت کی تعلیم و تربیت اور اون کے ہم پیشہ لوگوں کی عادت ایسی ہی ہے کہ غلط بیانیوں اور غلط تفسیروں اور غلط معنوں اور غلط تشریحوں اور غلط کہانیوں اور افتراؤں سے اپنے مذہب کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اگر تامس ہاول صاحب اپنی فطرت کو جنون ملت اور وہم پرستی سے عریاں کر کے ایک لحظہ کے لئے بھی سوچتے تو فطرت کا صحیح تقاضا اون کو یہ کتاب ہمارا افترا بیان کرنے سے ضرور روک لیتا۔ لیکن فطرت کو تو انہوں نے دبل کے کمبلوں میں لپیٹ کر معطل کر رکھا ہوا ہے۔ اور حق پژوہی سے کوسوں بھاگتے ہیں ۔

غور کا مقام ہے کہ اپنے چودرقے کے ابتدائی پیپرے میں وہ خود ہی لکھتے ہیں "اور وہ انگریزی کتاب جس کا ترجمہ یہ ہے × × × × × انڈو امریکن یعنی ہندوستان کی امریکن سوسائٹی کی طرف سے طبع ہوئی ہے چونکہ یہ کتاب افترا پردازیوں سے مملو ہے لہذا ہم حضرات مرزائی صاحبان کی افترا پردازیوں کا اظہار کر دیتے ہیں"۔ یہاں انکی اپنی عبارت سے ظاہر ہے۔ کہ اصل کتاب انگریزی میں ہے۔ اور وہ امریکہ کی ایک سوسائٹی کی طرف سے طبع ہوئی ہے اب جا غور ہے کہ جبکہ اس کے طبع کرانے والی ایک امریکن (عیسائی) سوسائٹی ہے۔ اور یہ اصل کتاب افترا پردازیوں سے (بقول ان کے) مملو ہے تو اون افتراؤں کا مرزائیوں کو ملزم کس عقل اور دیانت اور انصاف سے کرتے ہیں؟

علم کے شاہزادے کی بھیڑوں کی گلہ بانی کا عہدہ رکھنے والے تامس ہاول صاحب خود ستائی اور تکبر میں بہت بڑھے ہوئے ہیں اور دوسروں کو حقارت سے دیکھنا اور خطاب کرنا اون کی عادت میں داخل ہے۔ چنانچہ عمداً احمدیوں کو مرزائی لکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ یہ ہماری ذات کے متعلق ہے اسلئے ہم اس سے درگذر کرتے ہیں ۔

اسجگہ ہم یہ امر لکھنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کتاب کے جعلی ثابت کرنے کے متعلق جو کچھ تامس ہاول بشیر اور جیمرض صاحبان نے لکھا ہے اسکی تردید کرنا ہمارا ذمہ نہیں کیونکہ ہم نے اپنی سمجھ اور علم کے مطابق نیک نیتی اور ایمانداری اور انصاف کی حدود سے باہر نکل کر ناحق اس کو جعلی ثابت کرنے اور اس کو غیروں کا افترا بیان کرنے کی ضرورت نہیں ۔

اگرچہ اپنے خیال میں تامس ہاول بشیر صاحب اس کتاب کو ہمارا افترا بیان کرنے میں معذور ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو ان کی ملت یہی سکھاتا ہے کہ گناہ کئے جاؤ۔ اور الزام اور سزا کیواسطے یسوع مسیح کا کفارہ موجود ہے۔ چونکہ ان کی عادت میں یہ بات رچی ہوئی ہے کہ گناہ کرے کوئی اور سزا برداشت کرے کوئی دوسرا۔ اور ان کی انصاف کی یہ حس مر چکی ہوئی ہے کہ گناہوں کا مرتکب ہی مستحق سزا ہو سکتا ہے اسلئے انہوں نے عیسائیوں کے مزعومہ افترا کو ہمارے ذمے عادتاً تھوپ دیا ہے اور ایسا ہی وہ ہمیشہ کیا کرتے ہیں لیکن یہ یسوع مسیح ہی کا حوصلہ تھا کہ وہ انکی لعنت اٹھانے پر بقول ان کے راضی ہو گیا تھا۔ ہم سے انکے افترا کا بوجھ اٹھایا نہیں جا سکتا۔ اپنا افترا وہ اپنے گھر ہی رکھیں۔ اور اس کو یسوع کی فہرست میں داخل کر دیں۔ البتہ چونکہ تامس ہاول صاحب نے ہمیں مخاطب کیا ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ سراسر نادانی اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے اس لئے ہم اون کے اعتراضوں کا جواب لکھ کر یہ دکھا دینا چاہتے ہیں کہ ان کا اس کتاب کو جعلی کہنا محض دفع وقتی اور ہمارے سلسلہ سے پرخاش پر مبنی ہے ۔

۱۔ یہ ظاہر ہے کہ امریکہ اور ہندوستان میں بہت بڑی مسافت ہے۔ چونکہ کتاب امریکہ والوں نے چھپائی تھی۔ اور تامس ہاول صاحب اسکو مرزائیوں کا افترا کہنا چاہتے تھے اسلئے اپنے چودرقے کے شروع میں انڈو امریکن سوسائٹی کا ترجمہ ہندوستان کی امریکن سوسائٹی اس لئے کر دیا ہے تاکہ اس کے ذریعے سے ہندوستان اور امریکہ میں ایک تعلق ظاہر ہو کر مرزائیوں اور امریکہ کی اس عیسائی سوسائٹی کے درمیان رشتہ و پیوند کا ناظرین کو گمان ہو سکے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ پاسٹری کی کرسی پر بیٹھ کر ایسی صریح مغالطہ دہی کیجاتی ہے ۔

ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ ملک امریکہ کے اصلی باشندوں کو انگریزی زبان میں انڈین امریکن یا امریکن انڈین یا صرف انڈین کہتے ہیں۔ البتہ جب مفرد انڈین آتا ہے تو اوس کے معنوں میں امریکہ کے جزائر غرب الہند اور شرق الہند کے رہنے والے بھی خیال سمجھے جا سکتے ہیں۔ انگریزی کی معتبر کتب لغت میں لفظ انڈین کے معنے دیکھ لو۔ اب ہی امریکہ کے جغرافیہ سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے۔ جہاں کہیں امریکہ کے ساتھ انڈین کا لفظ آتا ہے وہاں اس کے معنے کسی طرح ہندوستانی نہیں ہو سکتے۔ وہاں امریکہ کے اصلی باشندے مراد ہوں گے۔ اصلی باشندے وہ لوگ ہیں جو امریکہ کے قدیم باشندوں کی اولاد ہیں۔ یورپین اور حبشی نسلوں کے لوگ مراد نہیں

انگریزی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب کسی تناسب سے کسی شخص یا چیز یا خیال کو دو ملکوں سے متحد بیان کرنا ہوتا ہے۔ تو دونوں کے ساتھ الفاظ نسبتی نہیں لگاتے بلکہ جس ملک کو پہلے رکھا جاتا ہے اس کے چند حروف ابتدائی قائم رکھ کر اور باقی حروف o سے بدلکر دوسرے ملک کے پورے حروف معہ حروف نسبت استعمال کئے جاتے ہیں جیسے اینگلو پرشین۔ ترکو مشین۔ اسی طرح انڈو امریکن ہے جس کا اصل انڈین امریکن تھا۔ لیکن فصاحت کے لئے زبان کی نحو نے انڈو امریکن بنا دیا۔ اس سے صریح طور پر مراد امریکہ کے قدیم و جدید باشندوں کی مشترکہ سوسائٹی ہے۔ افسوس کہ تامس ہاول صاحب اس چھوٹی سی بات میں بھی پبلک کو مغالطہ دینے سے باز نہیں آئے ۔

۳۔ تامس ہاول بشیر صاحب بلیس لنٹولس کے متعلق لکھتے ہیں کہ پلاطوس سے پہلے اس نام کا کوئی شخص یہودیہ کا گورنر نہ تھا۔ بلکہ ویلراس گورنر تھا۔ لیکن اس اعتراض سے اس کتاب کی وقعت میں فرق نہیں آ سکتا کیونکہ بہرحال کتاب کی روایت اس

لئے زیادہ معتبر ہے کہ اس کے مصنف نے اوس میں چشم دید حالات اسی زمانہ میں درج کر کے اس کو لکھا تھا۔ اور تامس ہاول صاحب کی ون والیوم کمنٹری

One Volum Commentary

اس سے بہت بعد کی لکھی ہوئی ہے اور اس میں انجیلوں کے عقاید کو تقویت دینے کے لئے تواریخ کو بھی اعتقاد کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کیگئی ہے اور اس کی تاریخی روایتوں کی غلطی ثابت ہے چنانچہ ویلری اس گریٹس کے متعلق بقول تامس ہاول صاحب کتاب ون والیوم کمنٹری میں لکھا ہے کہ وہ ۱۹ء سے ۳۰ء تک ملک یہودیہ پر حکومت کرتا رہا مگر یہ صریح غلط ہے کیونکہ تاریخ قدیم سے ثابت ہے کہ وہ ۱۴ء سے ۲۵ء تک یہودیہ میں نائب السلطنت رہا۔ دیکھو مینول آف اینشنٹ ہسٹری مطبوعہ اکسفورڈ صفحہ ۳۱۸ - و نیز دیگر کتب تاریخ قدیم۔ پس جب کہ ویلری اس گریٹس ۲۵ء تک حاکم یہودیہ رہا۔ اور بحوالہ ون والیوم کمنٹری تامس ہاول صاحب اپنے پرچہ کے صفحہ ا سطر ۲۲ میں پنطس پلاطوس کی حکمرانی کا آغاز ۳۰ء اور خاتمہ ۳۶ء لکھتے تو درمیان کے خالی پانچ سالوں میں اگر پبلیس لنٹولس جیسا یسوع مسیح کا خیرخواہ حکومت کی قائمقامی پر آجاوے تو تامس ہاول صاحب اس سے کیوں ناراض ہوتے ہیں ✤

ان کی ون والیوم کمنٹری ایک کتاب التفسیر اناجیل ہے اور اصول ہے کہ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے کئی اور جھوٹوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے اسی طرح یہ کتاب چونکہ انجیلوں کی تفسیر ہے اور انجیلیں تو وہ مفتریات ہیں اس لئے یہ بھی ویسی ہی ہے۔ وہی تاریخیں اس کتاب سے تامس ہاول صاحب نے بڑے زور سے اپنے ادعاؤں کے ثبوت میں نقل کی ہیں۔ اور وہ دونوں کی دونوں غلط ہیں۔ ایک تو ویلری اس گریٹس کے متعلق تھی جس کا غلط ہونا اوپر دکھا دیا گیا ہے۔ اور دوسری وہ اس میں سے نقل کر کے پنطس پلاطس کے عہد کی تاریخ آغاز ۳۰ء اور خاتمہ ۴۰ء لکھتے ہیں۔ سو یہ نہ آغاز صحیح اور نہ خاتمہ درست بلکہ دونوں غلط ہیں۔ اصل میں پنطس پلاطس ۲۶ء میں اس علاقے کا حاکم مقرر ہوا۔ اور ۳۶ء تک رہا (دیکھو مینول آف اینشنٹ ہسٹری مرتبہ رالنسن ایم مطبوعہ کلیرنڈن پریس و نیز ہیڈنس ڈکشنری آف ڈیٹز مطبوعہ لنڈن و دیگر کتب) پس اس لحاظ سے ایک سال یا کچھ کم و بیش عرصہ ویلری اس گریٹس اور پنطس پلاطس کے درمیانی پبلیس لنٹولس کی حکومت یہودیہ پر قائمقامی کا ثابت ہوتا ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب) یہ تو کالائے جناب برٹش جناب ہے، ہم ذمہ دار نہیں ✤

ان تاریخوں کی تحقیقات لکھنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ ہم ناظرین کو دکھا دیں کہ تامس ہاول صاحب یہاں بھی سچائی کو چھپانے اور غلط تاریخیں لکھنے کو ہی پسند کیا ہے۔ اور انکی کتاب ون والیوم کمنٹری بھی غلطیوں اور تاریخی خلاف گوئیوں کا مجموعہ ہے ✤

نوٹ :۔ واضح رہے کہ تاریخ کی کتابوں کے مقابلہ میں کسی انجیلی تفسیر کی تاریخی روایت زیادہ وقعت نہیں رکھ سکتی۔ کیونکہ تاریخ میں غیر متعلق اور غیر متعصب طور پر واقعات اور سنین کا اندراج کیا گیا ہے اور انجیلی تفسیر میں عقیدے اور طرفداری کے دخل سے سنین کا اندراج ہوا ہے جو موازنہ اعتبار میں محض بے وقعت ہے ✤

۳ - تامس ہاول صاحب نے لفظ کھڑاؤں پر بھی اعتراض کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کو حلیہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ کوئی نکا نشان نہیں (دوم) کھڑاؤں ہندوستان کا پہناوا ہے نہ کہ ملک کنعان کا۔ وہاں تو چپلی پہننے کا رواج تھا۔ چنانچہ یوحنا بپتسمہ دینے والے نے کہا تھا کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لایق نہیں۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ اس کتاب کا مصنف ہندوستان کا رہنے والا ہوگا جو اپنے ملک کا رواج بیان کر رہا ہے ✤

تامس ہاول بشیر صاحب کو اتنا بھی علم نہیں کہ انسان کا حلیہ بیان کرنے میں اوس کے ملبوسات کی اون خاص اشیاء کے ذکر کی کیسی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اوس کی عام روزمرہ کے عادی استعمال میں داخل ہوتے ہیں اور دوسری قوم یا شخص سے موجب امتیاز ہوتے ہیں۔ چہرہ کے خط و خال۔ حرکات۔ سکنات۔ رفتار۔ گفتار۔ خاص علامات۔ زبان۔ طرز ادائے کلام۔ سر سے لے کر پاؤں تک کے ملبوسات جن میں جوتا بھی داخل ہے۔ وغیرہ اُمور حسب حال و موقعہ سب حلیہ کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ تامس ہاول صاحب نے انگریزی پولیس کا فوجداری حلیہ سمجھ لیا ہے کہ جس میں جرائم پیشہ لوگ اپنی شناخت سے بچنے کے لئے جہاں تک ان کا بس چل سکتا ہے اپنا حلیہ بدلنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں لیکن یہاں اون کا ایسا وہم کرنا غلط ہے۔ کیونکہ یہاں ایک پاکباز مصلح کی لفظی تصویر بنا کر دکھانا مقصود تھی کہ جس سے دیکھنے والے اسکو سمجھ سکیں۔ اور اس شخص زیر حلیہ کو اپنے معمولات بدلنے کی کوئی ضرورت نہ تھی ✤

رہا لفظ کھڑاؤں۔ سو واضح رہے کہ جس انگریزی لفظ کا کھڑاؤں ترجمہ کیا گیا ہے وہ sandel ہے۔ تامس ہاول صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ یہ ایک ایسی جوتی کو کہتے ہیں۔ جس کا لکڑی یا چمڑے یا مونج یا کسی دوسری چیز کا ایک ہی تلہ ہوتا ہے۔ اور اوپر تسموں یا بٹنوں وغیرہ سے باندھنے یا پاؤں میں معلق رکھنے کا انتظام کیا ہوتا ہے یہ معنے پوری وسعت کے ساتھ لفظ کھڑاؤں اوا کرتا ہے۔ چپلی ایک محدود مقامی لفظ ہے جس کے معنے بھی محدود ہیں اور استعمال بھی محدود ہے۔ ہم بڑے مشکور ہوں گے۔ اگر تامس ہاول صاحب اپنے مفہوم کا کوئی sandel سے بہتر لفظ انگریزی زبان میں بتائیں۔ اور اگر اسی کو اپنی مزعومہ چپلی کے مترادف سمجھ لیں تو چشم ما روشن دل ما شاد ✤

یوحنا بپتسمہ دینے والے کی نسبت جو یہ لکھا ہے کہ اس نے کہا تھا کہ میں اس کی جوتی کا تسمہ بھی کھولنے کے لائق نہیں۔ یہ بات اس نے تامس ہاول صاحب کو کب کہی تھی؟ اگر انجیل نویسوں کے حوالے سے کہتے ہیں تو وہ تو سب کے سب غیر معتبر ثابت ہو چکے ہیں اسلئے انکی بات ہم کیونکر تسلیم کر سکتے ہیں۔ علاوہ بریں اون میں سے کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ اس کو یوحنا نے بالمشافہ یہ بات کہی تھی۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ ✤

پھر تامس ہاول صاحب کہتے ہیں کہ اس ملک میں چپلی پہننے کا رواج تھا اور یوحنا کی نسبت جو روایت پیش کرتے ہیں اس میں لفظ جوتی لکھا ہے۔ اور جوتی اور چپلی میں تامس ہاول صاحب کے اپنے اصول پیش کردہ کے لحاظ سے بڑا فرق ہوتا ہے۔ جوتی کا تو تسمہ ہی نہیں ہوتا۔ اس کے تسمہ کھولنے کا فقرہ انجیلی روایت کی غلطی کی طرف لے جاتا ہے۔ اب فرمائیں کس کو صحیح مانا جاوے ایک دوسرے کی شہادت سے دونوں غلط ٹھہرتے ہیں ✤

تامس ہاول صاحب یہ الفاظ متحد المعانی اور ایک حد تک مترادف ہیں اور انمیں اتنا فرق پیدا نہیں ہوا جتنا آپ دھوکہ سے دکھانا چاہتے ہیں اس لئے آپ اس کتاب کو کسی احمدی کی تصنیف بنانے میں کچھ تو خوف خدا کرتے ✤

اپنے پرچہ کے صفحہ ۲ کے آخری پیرایہ میں تامس ہاول بشیر صاحب لکھتے ہیں کہ جس قدر تعریف ہمارے خداوند یسوع مسیح کے صفحہ ۲ کے آخر تک لکھی ہے وہ پاک انجیل کے بیانات کو بہت تقویت دیتی ہے۔ ایسا ہی اور مثالات کتاب کی بھی بہت تعریف کی ہے اور حقیقت یصدق الکلام بعضہ بعضا کی داد دی ہے ✤

یہ بات کہ تامس ہاول صاحب نے اپنی ساری کی ساری تحقیق

محنت پر آپ ہی پانی پھیر کر خدا نباشد کا ثبوت دیدیا ہے کیونکہ ان کے پرچہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یسوع کی تعریف اسی بات کو سمجھتے ہیں کہ اسکی نسبت ایسی باتیں لکھی یا بیان کی جاویں جن سے اوسکی الوہیت کا ذکر معلوم ہو۔ اگر کوئی احمدی اس کتاب کا مصنف ہوتا۔ تو یسوع مسیح کی ایسی تعریف وہ کبھی نہ کر سکتا تھا جس سے اس کے عالم الغیب ہونے یا خدا بننے کے متعلق کوئی خیال پیدا ہو سکتا ہو۔ ایسی تعریف کا وجود ہی اس کتاب کے مُصنّف کے عقیدے وطن اور قومیت کو ظاہر کر رہا ہے اور تامس ہاول صاحب کے خیالات اور افتراؤں کی تردید ثابت کر رہا ہے ؛

ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ پادریوں نے اپنی طرز کو بدلکر قرآن کریم جسکی عدم ضرورت پر ہمیشہ بحث کیا کرتے تھے۔ اپنے ادعاؤں کے ثبوت میں اوسی کی آیتوں کے سہارے میں اب آپڑے ہیں ہمیں اس میں کوئی بخل کرنے کی خواہش نہیں۔ بے شک وہ قرآن کریم سے جسقدر امداد لے سکتے ہیں بے دریغ لیں کیونکہ ان کے اس فعل نے قرآن کی ضرورت کے متعلقہ مناظرات کا تو خاتمہ کر دیا ہے اور انھوں نے اپنے عمل اور فعل سے اس کے وجود کا محتاج ہو کر ثابت کر دیا ہے کہ یہ ضرورت حقہ سے نازل شدہ کتاب ہے۔ بہت معلوم ہوتا ہے کہ تامس ہاول صاحب قرآن اور عربی زبان سے اگرچہ ناواقف ہیں مگر لوگوں کو اپنی لیاقت دکھانے کے لئے قرآنی آیتیں لکھ اون کے غلط معنے اور غلط نتائج پیش کرنے کا بہت شوق رکھتے ہیں چنانچہ اس پرچہ میں ہی یسوع مسیح کو عالم الغیب ثابت کرنے کے لئے سورہ آل عمران کی آیۃ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم ان فی ذالک لایۃ لکم ان کنتم مؤمنین کو پیش کر دیا ہے افسوس کہ قرآن کریم میں بھی جاہلانہ دست اندازی کرنے سے باز نہیں رہے۔ مسیح کوئی رمال اور نجومی نہ تھا۔ اور نہ ہی لوگوں کو ایسی باتیں بتانے سے وہ کوئی اعلے درجہ کا ہادی یا حسب منشاء عیسائی صاحبان خدا سمجھا جا سکتا ہے۔ کھانے پینے کی باتیں بتانا اس کے عالم الغیب ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہو سکتیں۔ قرآن کریم کے معنے سمجھنے کے لئے اس کے سیاق وسباق اور دوسری آیات کے مفہوموں پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے اس آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ میں تم کو اس بات پر متنبہ کرتا ہوں کہ تمہیں کیا کیا چیز کھانا حلال ہے اور مال میں سے کیا پاس رکھنا چاہیئے۔ چونکہ یہودی اس زمانہ میں حرام خوری اور مال جمع کرنے کے بہت شائق ہو گئے تھے اسلئے مسیح کے اصلاحی کاموں میں یہ بات بھی اہمیت رکھتی تھی کہ ان امور میں بھی اون کی اصلاح کریں۔ اسکے بعد کی آیۃ اس آیت پر روشنی ڈالتی ہے ؛

یہ کیسا شرمناک کام ہے کہ قرآن کریم پر یہ تہمت لگائی جاتی ہے کہ گویا وہ مسیح کا عالم الغیب ہونا تسلیم کرتا ہے۔ تامس ہاول صاحب کو معلوم رہے کہ اسلامی اصطلاح میں عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مستعمل ہوتا ہے کسی دوسرے کو صراحت یا کنایت سے کسی حال میں عالم الغیب کہنا جائز نہیں سمجھا جاتا ؛

قرآن کریم کے علم سے جہالت کے سبب تو وہ معذور ہیں لیکن کیسی شرم کی بات ہے کہ جس مذہب کے ذریعہ وہ (اسلامی ریاست بہاولپور کے تیس روپے وضع کر کے) اپنا پیٹ پالتے ہیں اس کی ہی انکو خبر نہیں۔ اسی ہینڈبل کے صفحہ ۳ کی آخری سطر میں وارنٹ تصلیب یسوع کو غلط ثابت کرنے کے لئے گوہر فشانی فرماتے ہیں کہ اس میں جو اجراء وارنٹ بنام یسوع کا سال ہفدہم (سترہواں) لکھا ہے غلط ہے اسلئے کتاب واقعہ صلیب مسیح کی چشم دید شہادت" جعلی ہے۔ اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ طبریوس قیصر روم کی تخت نشینی کے پندرہویں برس یوحنا بپتسمہ دینے والے نے اپنا کام شروع کیا (لوقا $\frac{3}{1}$) اور عیسوی سن طبریوس کی تخت نشینی سے بارہ برس پیشتر جاری ہو چکا تھا۔ لہذا ۱۲ و ۱۵ کو جمع کیا تو ستائیس برس ہوئے جس سے ظاہر ہے کہ طبریوس قیصر کے پندرہویں سال میں عیسوی سن (۲۷) تھا۔ اور اس وقت خداوند یسوع کی عمر ۲۶½ برس کی تھی اور سترہویں برس ۲۸½ سال کی تھی۔ اور ہنوز خداوند یسوع نے اپنا کام شروع ہی نہ کیا تھا"

یہاں لوقا کی تاریخی روایت پر تامس ہاول صاحب حصر کرتے ہیں لیکن لوقا وہ شخص ہے۔ جس کا یسوع کی زیارت کرنا بھی ثابت نہیں اور نہ اس کی مورخانہ سند مانی گئی ہے وہ خود لکھتا ہے کہ میں نے سُنی سنائی باتیں لکھی ہیں وہ انمیں سے کسی واقعہ کا چشم دید گواہ نہیں۔ اسلئے اس کی گواہی شہادت عند العدل قابل اعتبار نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر تامس ہاول صاحب کے مسلم ہونے کی وجہ سے اسکی روایت ہی حساب کیا جاوے تو جناب تامس ہاول کی طرف سے یا تو ایک شرمناک ناواقفیت یا ایک شرمناک دھوکہ دہی کا ارتکاب ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے :۔

تامس ہاول صاحب کو اپنے گھر کی اتنی بھی خبر نہیں۔ کہ سن عیسوی کا شمار یسوع کی عمر کے کونسے سال سے شروع ہوتا ہے۔ انہوں نے تمام ناواقفوں کی طرح یہ سمجھ لیا ہے کہ سن عیسوی یسوع کے سال پیدائش سے شروع ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے ؛

اصل بات یہ ہے کہ یسوع کے معتقدوں میں سے چھٹی صدی تک کسی کو عیسوی سن مروج کرنے کا خیال تک بھی نہ آیا۔ سنہ ۵۳۲ء میں ایک راہب دیانا سیس اکسیگوس نامی نے یہ سن پہلے پہل ایجاد کیا اور چھٹی صدی میں اٹلی میں رواج پانا شروع ہو گیا پھر کونسل چلسیا نے سنہ ۸۱۶ء میں بشپوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ اسی سن کا استعمال کیا کریں۔ چارلس سوم شاہ جرمنی نے سنہ ۸۷۹ء میں اپنی مملکت میں اس کو جاری کیا۔ اس سنہ کی ابتداء کے متعلق صرف دو روایتیں ہی ہیں۔

(۱) محقق ڈیو۔ ٹی لین کہتا ہے کہ سنہ عیسوی ۵ سال قبل یسوع مسیح شروع ہوا تھا یعنے جب یہ سن شروع ہوا تو اسوقت یسوع پورے پانچ سالوں کا ہو چکا تھا۔

(۲) مورخین کا بیان ہے کہ اس وقت یسوع کی عمر چار سال کی ہو چکی تھی یعنے اس کے پانچوں سال کے اخیر میں عیسوی سن کا آغاز ہوا۔ (دیکھو ہیڈنس ڈکشنری آف ڈیٹز لفظ اینو ڈومینائی اور مینول آف اینشنٹ ہسٹری مصنفہ رالنس اور تاریخ دنیا مصنفہ سانڈرسن وغیرہ)

غرض ان تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت ہے کہ سنہ عیسوی کے آغاز ہونے کے وقت یسوع پانچ سالوں کا تھا ؛

پس یہ ۵ سال تامس ہاول بشیر صاحب کے مجوزہ ۲۸½ سال میں جمع کرنے سے ۳۳½ سال ہو جاتے ہیں اور اپنے ہینڈبل صفحہ ۴ کے سطر ۷ میں بحوالہ لوقا $\frac{3}{23}$ ؛ وہ لکھتے ہیں کہ ۳۳½ برس کی عمر کا ہو کر یسوع مصلوب ہوا تو پس یہ بات تو اونکی اپنی مطالبہ کے مطابق ثابت ہو گئی ہے۔ اس سے آگے چلکر تامس ہاول صاحب نے ایک اور دھوکہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ قیصر طبریوس کے سترہویں برس :۔

(۱) یوحنا بپتسمہ دینے والا زندہ تھا۔ اور شہید ہوا تھا ؛

(۲) ہنوز خداوند یسوع نے اس سے بپتسمہ بھی نہ پایا تھا۔ اور نہ اپنا کام شروع کیا تھا ؛

(۳) یہ کہ وارنٹ پلاطس نے جاری کیا جو اس وقت تک یہودیہ کا حاکم بھی مقرر نہ ہوا تھا کیونکہ اوس وقت یہودیہ کا حاکم ویلیری اس گریٹس تھا۔

یہ تینوں باتیں بھی تامس ہاول صاحب نے غلط کہی ہیں۔ اور یہ غلط واقعات ذیل سے ثابت ہیں ؛

اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ طبریوس قیصر روم کی تخت نشینی کے سترہویں سال میں یسوع مسیح کی عمر ۳۳½ برس کی ہو چکی تھی اور تامس ہاول بشیر صاحب اپنی چوورقے کے صفحہ ۴ سطر ۶ میں

میں لوقا ۳-۲۳ کی سند سے لکھتے ہین کہ یسوع نے اپنا کام تیس برس کا ہو کر شروع کیا تھا۔ اور ہنجین و فسنٹ صاحب نے اور دیگر مورخین لکھتے ہیں کہ جب یسوع مسیح نے کام شروع کیا تو اس وقت سنہ ۲۶ء تھا (پادریون کے مسلمات کے رُو سے یسوع مسیح نے قریباً ساڑھے تین سال کام کیا۔ اور اس کا ماخذ لوقا کی روایت ہے لیکن تاریخ اس کی مخالفت کرتی ہو اس کو ہم پھر کسی وقت دکھائین گے۔ غرض قیصر طبریوس کے تیرہوین سال سے تین چار سال پہلے ہو چکے تھے۔ پس تامس ہادل بشیر صاحب کے اقوال کہ:-

(۱) قیصر طبریوس کے سترہوین سال ہنوز یوحنا بپتسمہ دینے والا زندہ تھا اور شہید نہ ہوا تھا *

(۲) ہنوز خداوند یسوع نے اپنا کام ہی شروع نہ کیا تھا *

(۳) ہنوز خداوند یسوع نے اس سے بپتسمہ بھی نہ پایا تھا *

سراسر غلط ثابت ہیں۔ اب رہی اون کی یہ بات کہ اس وقت یعنے قیصر طبریوس کے سترہویں برس پلاطس یہودیہ کا حاکم بھی مقرر نہ ہوا تھا بلکہ ولیری اس گریٹس تھا جو سنہ ۱۹ء سے سنہ ۳۰ء تک یہودیہ کا حاکم رہا پہلے تو تامس ہادل صاحب کا یہ کہنا ہی غلط ہے۔ کیونکہ تاریخ اس کی مخالفت کرتی ہے۔ چنانچہ رالنسن کی مینول آف اینشنٹ ہسٹری میں لکھا ہے :- کہ ولیری اس گریٹس سنہ ۱۴ء سے سنہ ۲۵ء یہودیہ کا نائب السلطنت رہا۔ جو ہم اوپر ثابت کر آئے ہین ایسا ہی دوسری تاریخین اس کی تائید کرتی ہیں۔ اور کوئی وجہ ایسی معلوم نہیں ہوتی کہ کیون کسی پادری کی رائے کو تاریخ کی تحقیقات پر ترجیح دی جاسکے۔ پس جبکہ ولیری اس گریٹس کا دور حکومت سنہ ۲۵ء تک ختم ہو چکا تھا۔ اور یسوع نے سنہ ۲۶ء میں کام شروع کیا تھا۔ اور وارنٹ اس سے تین چار سال بعد جاری ہوا تھا۔ تو تامس ہادل کی یہ بات کہ اجرائے وارنٹ کے زمانہ مین دراصل ولیری اس گریٹس حاکم تھا۔ اور پلاطس ہنوز ملک یہودیہ مین داخل ہی نہ ہوا تھا محض غلط اور بے بنیاد ہے۔ پلاطس تو سنہ ۲۶ء یعنی یسوع کے کام شروع کرنے سے ایک سال پہلے سے حاکم یہودیہ ہو چکا تھا عیسائیون کے اپنے ہی مورخ لکھتے ہین کہ یسوع نے پلاطس کے عہد میں ہی کام شروع کیا۔ اور پلاطس ہی کے عہد مین صلیب کی عزت پائی *

اسی طرح تامس ہادل صاحب کتاب مذکور صفحہ ۱۳ سطر ۱۲ کے حوالے سے یہ استدلال کرتے ہین کہ اس سے پہلے یسوع کی نسبت بجائے ابن یوسف کے استعمال کیا کرتے تھے یہ بات بھی اُنھون نے محض بے علمی اور ناواقفی سے بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے انبیائے سابقین مین سے کسی کا نیا نام یا نئی کیفیت تجویز نہیں کی بلکہ جن جن لوگون کے اسماء یا اونکی کیفیتون کو قرآن کریم نے ذکر کیا ہے ان کے وہی اصلی نام اور وہی اصلی کیفیتین بیان کی ہیں جن سے وہ اپنے اپنے اوقات میں مشہور اور معروف تھے۔ البتہ اتنی بات کا لحاظ ضرور رکھا ہے کہ جس اسم یا کنیت یا لقب یا خطاب کو بیان فرمایا ہے اسکی عام جاہلانہ محاورہ کی طرز کو اختیار نہیں کیا بلکہ جو صحیح علمی اور فصیح زبان مین مروج طرز تھی اسکو لیا ہے چنانچہ مسیح کی یہ اعزازی کنیت ابن مریم شروع سے ہی چلی آتی تھی اور یہ نسبت اونکی ولادت کے لحاظ سے نہ تھی بلکہ انکی والدہ اور ان کے درمیان بچپن کی عمر سے ہی تعلق اور طہارت و تقویٰ کی مشابہت کی وجہ سے تھی کیونکہ وہ خود ایسے مشہور رہے تھے۔ کہ اونکی معرفت ولدیت کے ذکر کی محتاج نہ تھی اور جو غلط اعتقاد اس کے ابن اللہ ہونے کا عیسائیون نے بنایا ہوا تھا اسکی قرآن کریم نے بہت متین دلائل سے تردید کر دی ہے *

غرض ابن مریم قرآنی ایجاد نہین بلکہ مسیح کے متعلق پہلے سے ہی یہ کنیت مشہور چلی آتی تھی۔ لہذا تامس ہادل صاحب کا یہ کہنا کہ ابن مریم صرف قرآنی محاورہ ہے۔ محض غلط اور بے بنیاد ہے *

دوسرے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس کتاب مین ابن مریم کا صفحہ محولہ کے گرد و نواح کہیں استعمال نظر نہین آتا۔ ایک بات کو جی سے گھڑ کر بنا لینا اور اسپر اعتراض جمانا تامس ہادل صاحب تو کیا ان کے سارے خورد و کلان پادریون کا دائیں ہاتھ کا کرتب ہے *

تیسری بات یہ ہے کہ اس عبارت صفحہ ۱۳ محولہ تامس ہادل صاحب کے مقدم اور موخر پڑھنے سے صاف ظاہر ہو رہا ہو کہ یسوع کی پیدائش کے متعلق انکی والدہ کو ایک اسیر نے پیشگوئی کی تھی اور اوس نے اسکو ہی فرشتہ سمجھ لیا تھا۔ پھر پیدا ہونے کے بعد بچپن ہی سے اہالئے سلسلہ اسیری نے یسوع کو اپنی سرپرستی اور حفاظت میں لے لیا ہوا تھا۔ اور یوسف کو اباپ قرار دیا گیا تھا کہ جب تک وہ لڑکا سلسلہ اسیری کے تلاقہ کے زمرے مین شامل نہ کر لیا جاوے اس وقت تک وہ آگے آگے اس کا باپ ہی ظاہر کرتا رہے *

یوسف سے ایسا انتظام کرنے کی ضرورت یہ تھی۔ کہ سلسلہ کے تلامذہ میں یسوع ایسی ابتدائی عمر میں داخل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اگرچہ اسکی پرورش اور تربیت سلسلہ اپنی سرپرستی سے کرا سکتا تھا اسلئے عرفی انتظام یوسف کے ساتھ اس وقت ایسا ہی کیا گیا اور جب اس مین آثار رشد و سعادت اپنی والدہ کی طرز پر پائے گئے۔ تو اسکی کنیت روحانی طور پر والدہ کے نام سے مشہور ہوئی *

پھر جناب مسٹر تامس ہادل بشیر صاحب کتاب کو جعلی ثابت کرنے کے بارے میں ایک اور دلیل دیتے ہیں وہ یہ کہ کتاب کے صفحہ ۱۴ سطر ۱۰ مین لکھا ہے کہ "وہ مفتری علے اللہ ہے اور خدا کا بیٹا ہونے کا جھوٹا دعوے کرتا ہے" یہ بھی محمدی محاورہ ہے اور میرزائی افترا ہے۔ بُت پرست حاکم دیوی دیوتاؤن کو خدا کی بیٹیان اور بیٹے ماننے والے خدا کا بیٹا کہنے یا کہلانے کو بُرا نہ سمجھتے تھے اور وہ اس بات کو کفر نہ سمجھتے تھے تو پھر وہ کیون خدا کا بیٹا کہنے کو جرم قرار دے کر وارنٹ صلیبی موت کا جاری کرنا یہ بھی محمدی خیال کے مطابق کفر کا جرم اور مرزائی افترا ہی ہے"*

یہ بات بھی تامس ہادل بشیر صاحب نے محض نادانی سے لکھی ہو اونکو معلوم ہونا چاہیئے کہ رومی حکومت انگریزی حکومت کی طرح بہت معقول قوانین پر چلائی تھی۔ رعیت کے مذہبی جذبات اور خیالات کی پوری مدارات کی جاتی تھی۔ اور ان کے تنازعات اور مقدمات اون کے مذہب اور قانون درواج کے مطابق فیصلہ کئے جاتے تھے۔ اسی لئے کونسلین اور مجلسین بنی ہوئی تھین چنانچہ یسوع کا بڑا بھارا حامی اور شاگرد یوسف ارمتی بھی کونسل صوبہ کا ایک رکن تھا۔ ججون اور مجسٹریٹون کو اپنے ذاتی علم اور خیالات سے بالکل علیحدہ ہو کر غیر متعصبانہ طور پر روئداد واقعات پر فیصلے دینے پڑتے تھے *

یسوع مسیح پر دو مقدمات چلائے گئے تھے۔ ایک مقدمہ تو یہودیون کی متواتر شکایتون پر کہ وہ قیصر کے ملک میں بغاوت پھیلاتا پھرتا ہے سرکاری طور پر چلایا گیا تھا۔ جس مین چالان کر کے اسکو عدالت عالیہ مین پیش کیا گیا۔ لیکن سرسری تحقیقات میں وہ بے گناہ قرار دیا گیا اور اس کو رہا کیا گیا *

جب یہودیون نے دیکھا کہ ہماری بات یون ہی چلی گئی تو پھر سردار کاہن قیافہ کی پیروکاری میں باضابطہ استغاثہ عدالت میں دائر کیا جو پھر پھرا کر پلاطوس ہی کی عدالت مین آگیا مگر پلاطوس پہلے مقدمہ مین یسوع مسیح کے متعلق اچھی رائے قائم کر چکا تھا۔ اور اس کو بے گناہ سمجھ چکا تھا اس لئے وہ اس استغاثہ کو چلانا نہ چاہتا تھا مگر یہودیوں نے اس کو دھمکی دیکر کہ اگر تو اس شخص کو سزا نہیں دیگا تو ہم قیصر سے شکایت

کہینگے کہ ایسے باغی کو عمداً سزا نہیں دیتا اس کو طوعاً و کرہاً مقدمے کی کارروائی کرنے پر مجبور کیا - اور مستغیثون نے کافی شہادت اپنے استغاثہ کے ثبوت میں پیش کردی - لیکن مستغاث علیہ یعنے یسوع مسیح نے اپنی صفائی کی کوئی گواہی پیش نہ کی بلکہ اپنا بیان بھی بجواب استفسار عدالت ایسا مبہم دیا کہ عدالت اس کے برخلاف فیصلہ کرنے پر مجبور ہو گئی ۔

یہ بات ظاہر ہے کہ ملک مین عدل اور انصاف قائم رکھنے کے لئے جو قوانین طیار کئے جاتے ہیں وہ بدیہیات اور محسوسات فیصلہ کر سکتے ہیں - اور موازنہ شہادت فریقین پر کسی ایک طرف فتوے دے سکتے ہیں - اُمور غیب وغیرہ پر جو درج مسل نہیں ہوتے انصاف غور نہین کر سکتا جج اور مجسٹریٹ تو دو ملوں یعنے حالات مقدمہ کے واقفون کے درمیان ایک ثالث واقف ہوتا ہے - مقدمات کا فیصلہ کرنے میں اس کو ذاتی علم اور عقیدے سے مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہوتا - رومی قانون بھی اسی اعلےٰ پیمانہ پر نافذ تھا ۔

پلاطوس ایک اعلیٰ درجہ کا قانون دان اور نیک دل حاکم تھا - البتہ کسی قدر بزدلی اس مین ضرور پائی جاتی تھی اس نے یہودیون اور یسوع کے درمیان فوجداری مقدمہ کا روئداد مثل کے مطابق ایک منصفانہ فیصلہ کیا - چنانچہ اس کی اپنی عبارت جو انجیل میں درج ہے کہ ”معتبر لوگون کی گواہی کے رو سے مفصلہ ذیل الزامات یسوع کے ذمہ ثابت ہین“ - پلاطوس کی پوزیشن کو صاف کر دیتی ہے کہ اس فیصلے میں اس کے مذہب اور ذاتی علم کو دخل نہ ہو سکتا تھا اور نہ اس نے دخل دیا کیونکہ اگر وہ اپنے علم کا دخل دیتا تو اس کا علم تو قرار دے چکا تھا کہ یسوع بے گناہ ہے اسلئے اس نے اس کی سزا کے وبال سے بچنے کے لئے اپنی بریت کا اعلان کر دیا اور اپنے ہاتھ بر سر اجلاس دھو ڈالے - حالات یہی بتا رہے ہیں کہ قانون کے منشا نے اوس کو مجبوراً ایسا فیصلہ کرایا ۔

اگر اس وقت اس کی بجائے تامس ہادل بشیر صاحب حاکم ہوتے اور قیافہ سردار کاہن کی سرپرستی میں یہودیون کی طرف سے یسوع کے برخلاف بھی استغاثہ پیش ہوتا - اور مستغیث کافی شہادت سے اپنے استغاثہ کی شقون کو ثابت کر دیتا - اور مستغاث علیہ کی طرف سے کسی قسم کی صفائی پیش نہ ہوتی بلکہ اس کا بیان بھی وہی مجمل اور مبہم ہوتا - اور تامس ہادل بشیر صاحب خواہ ملزم کیسے حامی ہی کیون نہ ہوتے - لیکن انصاف کرنے میں وہ بے جا رعایت اور تعصب اور طرفداری سے خالی الذہن ہوتے تو پھر لوکل قوانین کے رو سے ایسی فیصلے کے سوا وہ اور کیا کر سکتے تھے ؟ اس حال مین یہی ہوتا کہ ضابطے کے وارنٹ پر بجائے پلاطوس کے تامس ہادل صاحب کے دستخط ہوتے ۔

لیکن تامس ہادل صاحب ایسا اعتبار کرنا بہت مشکل تھا کیونکہ یہ تو یسوع فروشی کے عادی ہیں - وہ ذرات ادنیٰ ادنیٰ گناہون کے بدلے اس کو فروخت کرتے رہتے ہین اور اگر یہان سے ذرا آگے تجاوز کر جاوین تو اون کے بزرگ یہودا اسکریوطی کی نظیر سے ان پر ایسے بھروسے کی جرأت نہیں ہو سکتی - کیونکہ اس نے تیس روپون کے بدلے یسوع کو بیچ ڈالا تھا اور معلوم نہیں اگر ان کے ہاتھ آئے تو یہ کس خفیف قیمت پر بیچ ڈالین ۔

تامس ہادل بشیر صاحب کو یہ بھی جاننا چاہیئے کہ یورپ کی مہذب عیسائی حکومتون کے قوانین کے ماخذ میں رومی قانون کو بہت بڑا دخل ہے - ہماری انگریزی گورنمنٹ بھی اوسی رومی قانون کے اُصول پر قانون نافذ کرتی ہے - اُن کے حکام کو بھی اپنے مذہبی خیالات کو قانونی فیصلون میں دخل دینے کا کوئی حق نہیں - چنانچہ ہم ہر روز دیکھ رہے ہیں کہ ایک آدمی جج جس کے مذہب مین طلاق دینا جائز نہیں - عدالت میں بیٹھ کر طلاق کی ڈگریان دیتا ہے ایسا ہی ایک مسلمان جو سود دینے لینے کو حرام جانتا ہے - مسند عدالت پر بیٹھ کر سود کی ڈگریان صادر کرتا ہے ۔

تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ سردار کاہن قیافہ کے مثیل ریورنڈ ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب مشہور و معروف پیشوائے دین عیسوی نے بعض دیسی عیسائیون کے بہکانے پر قتل عمد کا ایک استغاثہ مثیل مسیح حضرت مرزا غلام احمدؑ صاحب قادیانی کے برخلاف انگریزی عدالت میں دائر کیا ۔ استغاثہ عدالت کپتان ڈگلس صاحب بہادر مین پیش ہوا مستغیث نے بڑے زور کے ساتھ قیافہ کی طرح اس مقدمہ کی تائید میں کئی گواہ پیش کئے - لیکن چونکہ یہ محمدی مسیح تھا اسلئے اس مصیبت مین اس پر اضطراب اور مایوسی نے ذرا بھی غلبہ نہ پایا - اس نے نہایت جوانمردی اور ثبات قدم سے صفائی پیش کی اور ثابت کر دکھایا کہ وہ مقدمہ جعلی اور جھوٹا تھا - پس کپتان ڈگلس صاحب بہادر جو ایک عادل حاکم تھا - باوجودیکہ وہ خود عیسائی ملت رکھنے والا یورپ زادہ عیسائی تھا - اور مستغیث کی حیثیت اسکے خاندان اور اس کی دینی اور ڈاکٹری قابلیت اور وجاہت کے بہت عزت کرتا تھا کیونکہ وہ عیسائی ملت کا ایک بڑا پیشوا تھا اور یہ بھی وہ جانتا تھا کہ اس کی شکست سے عیسائی ملت کو سخت نقصان اور ندامت اُٹھانی پڑے گی - لیکن اُس نے اپنی قانونی معدلت گستری کو کام مین لاکر اپنے مذہب اور ہم قومیت کے خیال کو ذرا بھی دخل نہ دیا - اور روئداد مسل کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو عزت کے ساتھ بری کر دیا ۔

پس تامس ہادل صاحب کا یہ فرمانا کہ پلاطوس اپنے مذہبی خیالات کی وجہ سے ایسا وارنٹ جاری نہ کر سکتا تھا - عام قانونی برتاؤ اور عقل سلیم سے غلط ثابت ہوتا ہے ۔

یہان ایک بات قابل غور ہے کہ تامس ہادل صاحب اپنی ذمہ واری پر تحریر کرتے ہین کہ رومی لوگ بُت پرست تھے اور وہ دیویون اور دیوتاؤن کو خدا کی بیٹیان اور بیٹے مانتے تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایشیاء کی طرح رومیون میں بھی بُت پرستی تو ہوتی تھی لیکن فرق صرف اِتنا تھا کہ ایشیائی بُت پرستی میں خدا کے بلاواسطہ تعلق سے انکار کر کے اس کی بعض صفات بعض اشیاء اور تصاویر کو خیالی صورت دیکر مظاہر مانتے تھے اور مختلف مقاصد عطا کرنے کے لئے مختلف مظاہر بنائے ہوئے تھے اور ہر ایک مختص حاجت اور مراد کو اسی مخصوص مظہر یا بت سے حاصل ہونے کی توقع رکھتے تھے جو اس کام کے لئے اُنھون نے خود وضع کیا ہوا تھا - گویا ایشیائی بُت پرستی کا مدار بُتون اور اشیاء کو خدا کی صفتون کا مظہر بنانے پر تھا اور یورپ کی بُت پرستی بتون کو خدا کے بیٹے بیٹیان تجویز کرنے پر منحصر تھی ۔

ایک طرف تو بُت پرستی مین یوروپ اور ایشیاء ہمرنگ تھے دوسری طرف خدا کے بیٹے بیٹیان تجویز کرنے مین بھی انمیں ہمرنگی تھی - البتہ جیسا دونون کی بُت پرستیون میں فرق تھا اسی طرح خدا کے بیٹے بیٹیون کی تجویز کے مفہوم مین بھی فرق تھا - ایشیاء مین خدا کے قرب اور تقوے طہارت کی صفت کے مدارج پر صرف انسانون کو خدا کا بیٹا کہا جاتا تھا - جیسا کہ پرانے عہدنامے سے ظاہر ہو رہا ہے ایسی خدا کی کسی صفت کو معطل اور بیکار رکھنے کا قیاس نہیں ہوتا تھا لیکن یورپ میں غیر ذی رُوح اشیاء یعنی بتون کو خدا کے بیٹے بیٹیان کہتے تھے اور خدا کو معطل جانتے تھے ۔

عیسائی مذہب جب تک تو ایشیائی دلون میں محدود رہا اس وقت تک تو مسیح کو اوسی صحیح مفہوم کے ساتھ خدا کا بیٹا مانتا رہا لیکن جب غیر ایشیائی لوگون کے پنجے مین آگیا تو اُنھون نے اُسپر رومی بُت پرستی کا رنگ چڑھا کر مسیح کے خدا کا بیٹا ہونے کے خیال پر ایسا تصرف کر لیا کہ اسکو خدا ہی کر

جواب دیکر ساری خدائی کی بیٹے کے ہاتھ میں دیدی ۔

غرض موجودہ اعتقاد ابنیت مسیح جن لوازم کے ساتھ مانا جاتا ہے۔ جیسا کہ ٹامس ہاول صاحب کی تحریر سے نتیجہ نکل سکتا ہو رُومی بُت پرستی کی ایک بدلی ہوئی صورت ہے اور اوسی کا اس جدید رنگ میں چربہ اتارا ہوا ہے۔ اور اسی لئے بعض بڑے بڑے عیسائی بول اُٹھے ہیں کہ ابنیت الوہیت اور تثلیث المسیح مسائل ہیں جن کو عیسائی دماغ سمجھ نہیں سکتے ۔

مگر ہم اپنے دیسی بھائی ٹامس ہاول صاحب کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتے ہین کہ جب بُت پرست بھی خدا کے بیٹے بیٹیاں بنانے کی وجہ سے بُت پرست کہے جاتے تھے اور پادری صاحبان بھی کسی کو خدا کا بیٹا بناتے ہیں تو اس کیفیت مشترکہ کی وجہ سے کیونکر پادری صاحبان بُت پرستی کے خطاب سے باہر رہ سکتے ہیں؟ پس وہ بھی بُت پرست ہیں۔ اگر یہ کہا جاوے کہ شخصیت کی تمیز موجب جواز ہو سکتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جرم تو خدا کا بیٹا تجویز کرنے میں ہے اور اس میں جرم نہیں کہ کس چیز کو بیٹا بنایا جاوے۔ جرائم صدور یا عمد افعال کا نام ہوتا ہے نہ کیفیت اشیاء کا ۔

اس کے بعد ہم یہ بھی عرض کرنا چاہتے ہین کہ ٹامس ہاول صاحب کا قبیل اس کے کہ وہ پلاطوس کو بُت پرست کہتے فرض تھا کہ پلاطوس کو ایسا بُت پرست ثابت کر دیتے جیسا انھون نے اس کو لکھا ہے۔ ہم بطریق معارضہ کہتے ہیں کہ پلاطوس بُت پرست نہ تھا یا کم از کم ایسا بُت پرست نہ تھا جیسا وہ لکھتے ہیں۔ اور ایسے انہون نے اس کی نسبت غلط لکھا ہے۔ محض بُت پرست قوم میں سے ہونا اس کے بُت پرست ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ صریح ثبوت ہونا چاہیئے تھا۔ ڈھکوسلون سے کام نہیں نکل سکتا۔ علاوہ ازین اوس کی قوم کا بُت پرست اور پھر ایسا بُت پرست ہونے کا دعوے بھی ثبوت طلب ہے۔ یہ باتیں ہم نے اس لئے لکھی ہین کہ ٹامس ہاول صاحب کو اپنی لاعلمی کا یقین ہو جائے۔ ورنہ اگر پلاطس بُت پرست بھی ثابت ہو جاوے۔ تو پھر بھی اوس پر ٹامس ہاول صاحب کی جرح کی زد نہیں آسکتی۔ کیونکہ اس نے قانونی فیصلہ کیا تھا۔ آگے چلکر ٹامس ہاول صاحب فرماتے ہیں کہ اس زمانہ مین زبان عبرانی کا رواج نہ تھا۔ عام لوگون میں زبان یونانی بولی جاتی تھی۔ اور سرکاری دفترون مین کارروائی اور نوشت وخواند لاطینی میں ہوتی تھی۔ لہذا وارنٹ اور دستخط حاکم لاطینی میں ہوتے تھے نہ کہ زبان عبرانی میں۔ پس زبان عبرانی میں ہونے سے ہی اس کتاب کو جعلی ثابت کرتا ہے ۔"

ٹامس ہاول صاحب کا یہودیہ اور دیگر صوبجات فلسطین مین عوام الناس میں یونانی زبان کے مروج ہونے کا خیال غلط ہے۔ تاریخ اس کی سخت مخالفت کرتی ہے۔ مسلم ہے کہ زبان کو مذہب مسخر کر سکتا ہے۔ سلطنت اور دوسرا کسی قسم کا رسوخ کسی زبان پر اثر ڈالنے کے لئے دوسرے اور تیسرے درجہ کے وسائل ہیں۔ لیکن جس طرح مذہب ایک زبان کو مار کر اپنی زبان مروج کرانے کی طاقت رکھتا ہے اس طرح دوسرے ذرائع قوی الاثر نہیں ہوتے یہ ظاہر ہے کہ اس ملک میں یہودی بحیثیت ایک قوم کے آباد تھے۔ اور وہ بنی اسرائیل کا ملک کہلاتا تھا۔ یہودی ایک ایسا مستقل مذہب رکھتے تھے کہ جس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دنیا کی تمام اقوام سے بہتر اور برگزیدہ جانتے تھے۔ اور ان کا مذہب کتابی تھا۔ اور مذہبی لٹریچر بکثرت موجود تھی کوئی وجہ ثابت نہیں ہوتی کہ اونھون نے اپنی اس زبان کو جس کو وہ اپنے دین و دنیا کے لئے مایہ عزو فخر سمجھتے تھے۔ چھوڑ کر یونانی بُت پرستون کی زبان کو اختیار کر لیا ہو نہ تو انھون نے کبھی یونان کا مذہب مانا بلکہ ہمیشہ ان کے مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے رہے اور نہ ہی یونانیون کی مذہبی فوقیت کو کبھی قبول کیا اور نہ ہی یونانیون کے ساتھ انہون نے کوئی خاص تعلقات ایسے رکھے۔ جن سے اپنی جذب اثر کا گمان کیا جا سکے۔ اگر کسی عارضی غلبہ اہل یونان کو اس کا موجب کہا جائے تو پھر اسیری اور ایرانی اور رومی وغیرہ زبانون کی ترویج عامہ کے حق مین قرائن غالب موجود ہیں لیکن یہودی اپنی زبان و قوم کو ایسا عزیز رکھتے تھے کہ انھون نے بیرونی زبانون کے دخل سے اپنی زبان کو بہت کوشش سے بچایا۔ انھون نے فرعون کی غلامی میں اپنی زبان کو آلودہ نہ ہونے دیا۔ شاہ اسیریا اور بخت نصر کی قید دن مین رہ کر جو لوگ وطن کو واپس ہوئے اُنھون نے بھی اپنی زبان کو محفوظ رکھا یا ایسے خطرناک صدمات تھے کہ ان سے زبان کی بیخ و بنیاد اکھڑ سکتی تھی۔ جب ایسے حوادث بھی یہودیون کی اصلی زبان کو مار کر قبطی - اسیری - ایرانی اور آخر کار رومی سلطنت کے غلبہ سے لاطینی زبانین اپنی جگہ نہ بنا سکین تو یونانی زبان کو کونسے خاص وجوہات نے عبرانی کے ہلاک کرنے میں کامیاب کر دیا تھا کہ وہ عام مین مروج ہو گئی تھی ۔

اس زمانہ میں یونان تو خود زوال میں تھا۔ اسکی زبان شام مین کیونکر مروج ہو سکتی تھی۔ اس وقت سلطنت کی زبان جو عزت کا موجب ہو سکتی ہے اور جو اوس وقت فیشن مین سب سے بڑھکر شمار ہوتی تھی۔ لاطینی زبان تھی۔ پھر شام کی سرزمین ایسی زرخیز تھی (اور اب بھی ہے) کہ لوگون کا اپنے ملک کی پیداوار پر نہایت فارغ البالی سے گذارہ ہوتا تھا۔ اور غالب شغل اس ملک کے لوگون کا زراعت اور ریوڑون اور چارپایون کی پرورش تھی اسلئے عربون کی طرح اپنی ضروریات کی اشیاء کو لانے کے لئے باہر دوسرے ملکون مین جانے کی انکو ضرورت نہ تھی کیونکہ اگر وہ باہر جاتے تو زبان مین کسی اختلاط کا گمان ہو سکتا تھا۔ گو اون کے عرب ہمسایون کی زندگی اس گمان کے باطل کرنے کے لئے ایک دلیل تھی ۔

پس کوئی وجہ اس وقت یونانی زبان کے عبرانی زبان کو مار کر وہان مروج ہونے کی ثابت نہین اور نہ ہی اس کی تاریخ صحیح شہادت دیتی ہے۔ پس ٹامس ہاول صاحب کا یہ کہنا کہ اس ملک میں عبرانی زبان مروج تھی بالکل بے اصل ثابت ہے ۔

اگر یہ کہا جائے کہ اگر ایسا ہی تھا تو یہودیون نے بعد میں عبرانی زبان کو کیون مرنے دیا ہے اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ابراہیم ؑ کی نسل سے دو سلسلے نبوتون کے جاری ہوئے تھے۔ ایک آل اسحٰق اور دوسرے آل اسمٰعیل۔ اسحاقی سلسلے کا تو تھوڑے عرصہ کے بعد سلسلہ اسرائیلی نام ہو گیا اور دوسرا اسمٰعیلی رہا اسرائیلی سلسلے کی مادری اور مذہبی زبان عبرانی زبان تھی۔ اس میں انکی کتابین نازل ہوئیں اوسی مین ان کی بول چال تھی۔ جب تک وہ سلسلہ زندہ رہا۔ اس وقت تک اس زبان کا زندہ رہنا ضروری تھا اس سلسلے کے آخری نبی حضرت عیسٰی مسیح ابن مریم علیہ السلام تھے۔ اون کے عہد تک یہ زبان زندہ رہی۔ کیونکہ اسرائیلی سلسلے کی زندگی بھی اسی عہد تک رہی۔ چونکہ مسیح کے دور کا خاتمہ ہونے کے ساتھ ہی اسرائیلی گھرانے کا خاتمہ ہو گیا تھا اور دین اسرائیلیون سے نکلکر غیر قومون میں چلا گیا تھا۔ بنی اسرائیل اپنی گستاخیون اور تعدیون اور نافرمانیون اور خدا کے مُرسل مسیح ؑ کو ناحق دُکھ دینے کی وجہ سے مورد عذاب الٰہی ہو کر ہمیشہ کیلئے تباہ ہو کر ملک بدر ہو گئے۔ انکی قومیت اور جتھا ٹوٹ گیا۔ اور کثرت سے وباؤن اور جنگون کے عذاب سے مارے گئے باقی تھوڑے بہت جو بچے وہ منتشر اور متفرق ہو کر یہان کہین دنیا مین پھیل گئے اور جہان کہین گئے وہین تباہ ہوتے رہے ۔

کچھ تو عیسائی ملت نے جذب کر لئے اور کچھ تباہ اور آوارہ ہو کر اٹلی۔ فرانس۔ روس۔ انگلینڈ۔ ہسپانیہ۔ جرمنی سپین۔ پرتگال۔ وسط ایشیاء۔ ایران۔ ہندوستان۔ عرب وغیرہ کی طرف جہان کہین جس کسی کے سینگ سمائے جا پڑے

پھر اون کو کسی نے ایک جگہ ٹھکانا کرنے ہی نہ دیا ہر جگہ طرح طرح کے مصائب اور اعقاب اون پر وارد ہوتے رہے۔ اس انتشار اور مصیبت کی زندگی نے انکو کہین اکٹھے ہو کر رہنے کا موقعہ نہ دیا کہ وہ باہم تبادلہ خیالات سے اپنی زبان قائم رکھ سکتے۔ پس جہان کہین رہے اوسی ملک کی زبان اختیار کئے بغیر اون کا گذارہ مشکل ہو گیا ؞

یہودیون کی مصیبتون کا سلسلہ کچھ ایسا دوامی ہو گیا کہ اس کے بعد ہمیشہ ان پر مصیبتین ہی آتی رہین اور متاخرین بھی اس سے نہ چھوٹے۔ چنانچہ جب کوئی ذرا سی تقریب ہوتی تو یہودیون کو قتل عام کیا جاتا۔ یہان تک کہ شاہ رچرڈ کی تخت نشینی کے دن ہزارہا یہودی لندن اور یارک مین قتل عام کئے گئے۔ شاہ جان نے یہودی مردون اور عورتون کو اکٹھا کر کے اون کے دانت توڑوا دیئے۔ آنکھین نکلوا دین۔ اور کئی طرح کی عقوبتین دے کر قتل کر دیا۔ ایسا ہی سنہ ۱۲۶۳ء اور سنہ ۱۲۷۸ء یہودیون کے قتل عام اور عام پھانسی کے لئے یادگار بنے ہوئے ہیں۔ پھر جتنے باقی کہین کہین چھپ کر بچ گئے تھے۔ انکو سنہ ۱۲۹۰ء مین ملک بدر کر دیا گیا اور اموال اور مکانات ضبط کر لئے گئے۔ یہ تو نہایت رحم دل اور عادل ملک کا حال ہے باقی ملکون مین اس سے بھی زیادہ خوفناک مصائب اون پر وارد ہوئے۔ چنانچہ ہسپانیہ۔ فرانس۔ پرتگال۔ روس وغیرہ میں جو دردناک تکلیفین یہودیون کو پہنچائی گئیں۔ وہ یسوع مسیح کی مصیبت کا انتقام یاد کراتی ہیں ؞

اگر تامس ہاول صاحب کا خیال درست ہے تو جبکہ اس وقت وہ یہودیون کا ملک تھا۔ اور انمین بڑے بڑے مذہبی لوگ بھی موجود تھے۔ اور مذہبی تصانیف بھی ہوتی تھین۔ خطوط اور فیصلے اور دستاویزات لکھے جاتے تھے خط و کتابت اور حساب کتاب بھی ہوتے تھے۔ کوئی تو ایسی یادگار یہودیون کی اس زمانہ کی پیش کی جاتی جس سے یونانی زبان کے دعوے پر غور ہی کی جا سکتی۔ یہودی تو یونانی زبان کے وہان مروج ہونے سے انکار کرتے ہین اور تامس ہاول صاحب اپنا راگ الاپے چلے جاتے ہین ؞

ہمین خوب معلوم ہے کہ تامس ہاول صاحب کو ایسی خلاف واقعہ اُمور لکھنے کی کیون مصیبت پڑی۔ دراصل بات یہ ہے کہ چونکہ اس ملک مین عبرانی زبان مروج تھی۔ اور یسوع مسیح اور اسکے حواریون کی زبان بھی عبرانی ہی تھی۔ اور اگر کوئی کتاب اُنھون نے لکھی تھی تو وہ عبرانی زبان ہی مین تھی۔ کیونکہ اول تو یہ اون کی اپنی مادری زبان تھی۔ دوسرے عہد نامہ عتیق جس کے حوالون پر بہت کچھ عیسائی دینی تصانیف کا مدار تھا عبرانی ہی مین تھین۔ تیسرے اقرب مخاطب پبلک بھی عبرانی جاننے والی تھی۔ اور چوتھے خدا پرستی اور روحانیت کے لٹریچر کے خیالات کو پورے طور سے ادا کرنے کا اس زبان مین کافی سامان اور مصطلحات موجود ہو چکے تھے اور اوس وقت کی یونانی جو بُت پرستون کی زبان تھی وہ روحانیات کے پورے خیالات کو ادا کرنے کے لئے کافی سامان اپنے اندر نہ رکھ سکتی تھی اور نیز الہام الٰہی عبرانی مین ہوتا تھا اسلئے مسیح اور اس کے حواریون کی اگر کوئی کتاب یا تحریر تھی۔ تو وہ عبرانی مین تھی۔ اور اسکا سُراغ انجیلون مین پایا جاتا ہے ؞

لیکن عیسائیون کے پاس کوئی عبرانی الاصل کتاب مسیح یا حواریون کی موجود نہیں یہ مروجہ چند کتابین جن کو وہ عہد نامہ جدید کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یونانی الاصل بتاتے ہین اور چونکہ بادی النظر مین ان کے یونانی الاصل ہونے کا دعوے ہی اون کے باطل ہونے پر دلیل ناطق ہے۔ تامس ہاول صاحب اور اون کے ہم خیالون نے اس خوف سے جان بر ہونے کی یہی راہ وضع کی ہے کہ چلو اس جھوٹ سے ہی کام نکال لیا جاوے مگر دروغ کہانتک انکا ساتھ دے سکتا ہے ؞

اس کے بعد تامس ہاول صاحب کی دوسری شق کہ سرکاری دفترون مین زبان لاطینی مین نوشت و خواند ہوتی تھی۔ ایک بے دلیل دعوےٰ ہے کیونکہ ان کا فرض ہے کہ وہ صریح دلائل سے ثابت کرین کہ یہودیہ کی حکومت مین رومی گورنمنٹ کے دفترون مین صرف لاطینی زبان ہی مستعمل تھی اور لوکل زبان کا کوئی دخل نہ تھا ؞

تامس ہاول صاحب اگر قوانین ملکداری اور نظم و نسق رعیت اور اصول قانون سے ذرا بھی واقف ہوتے تو ایسا نہ لکھتے کیونکہ یہ ایک صریح اور معمولی بات ہے کہ عدالتی کارروائی مین ملکی زبان واسطہ ادائی اور حکومت کی زبان دوم درجہ پر سمجھی جاتی ہے۔ ہماری گورنمنٹ عالیہ کی عدالتون کی کارروائی رومی حکومت کی عدالتین کا اچھا نمونہ ہین اگر کسی صاحب سے ہی کوئی فوجداری جرم سرزد ہو۔ اور ان کو یوروپین نژاد تسلیم نہ کیا جاتا ہو تو انگریزی حکومت کی عدالتون سے ان کے نام وارنٹ زبان اُردو میں ہی آئے گا پس جبکہ یہ ثابت ہے کہ اس ملک کی زبان عبرانی تھی۔ تو وارنٹ کا عبرانی مین ہونا ہی صحیح اور اقرب ہو سکتا تھا اور وہ عبرانی ہی مین تھا ؞

البتہ یہ بات کہ اسپر دستخط حاکم بھی عبرانی مین تھے یہ تامس ہاول صاحب کے عالی دماغ کی ایجاد ہے اصل کتاب سے تو یہ بات پائی نہین جاتی ؞

پھر تامس ہاول صاحب لکھتے ہین کہ کتاب مذکور میں ارنشٹ کے تین گواہون کے آگے ربانی لکھا ہے۔ لیکن یہ لفظ عبرانی نہین۔ البتہ لفظ ربی جس کے معنے میرے اُستاد کے ہیں۔ عبرانی ہے۔ عبرانی زبان میں کوئی لفظ ربانی نہین یہ لفظ عربی ہے جو مصدر ربّ سے قرآن مین آیا ہے۔ ربّانیون یا ربّانیین یعنے علماء ربانی بناکر تین گواہون کے نام کے ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ اِس لئے اس کتاب جعلی کا مصنف کوئی عبرانی یہودی نہین تھا۔ بلکہ ایسا شخص جو قرآن دانی میں ماہر تھا۔ لہٰذا اس کے لکھے جانے کا وقت بھی قرآن سے پہلے کا ثابت نہین ہوتا۔ پس یہ جعلی کتاب کسی محمدی یا مرزائی مفتری علی اللہ کی لکھی ہوئی ہے۔"

یہ تامس ہاول صاحب کے اعتراض کا خلاصہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ تامس ہاول صاحب لفظ ربانی کو نہ صرف عربی الاصل بلکہ محض قرآن کریم کی ایجاد تجویز کر کے کتاب کے جعلی بنانے کا الزام مسلمانون کے ذمے تھوپتے ہیں۔

قبل اس کے کہ ہم اصل اعتراض کا جواب دین تامس ہاول صاحب سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ اگر یہ طرز تحقیقات صحیح ہے تو کلمہ یا کلام کی فلسفی جس پر آجکل کے مذہب کا دارومدار ہو رہا ہے۔ اور لفظ کلمہ یا کلام عربی ہیں۔ اور وہ تو مصری فلاسفرون کی ایجاد ہے اور ان کے شاگرد یونس نامی نے ایک کتاب مین لکھ کر اس کو یوحنا کی انجیل ظاہر کیا تھا۔ اور عیسائیون نے سادہ لوحی سے اس کو انجیل سمجھ کر اس کا اقتدا شروع کر دیا۔ اور کوئی دوسرا مصنف اناجیل اسکا موید نہین متی۔ مرقس اور لوقا سب اس سے بری ہین اور کوئی ثابت نہین کر سکتا کہ یسوع نے یہ تعلیم کی تھی تو فرمایئے کہ عیسائی دین جعلی اعتقاد کی بنیاد پر قائم ہے یا نہین ؟

ایسا ہی یسوع کی الوہیت کا مسئلہ بھی جعلی ہے نہ یسوع نے خدائی کا دعوے کیا اور نہ اس کی صحبت سے مستفیض ہونے والون نے اس کے متعلق ایسا عقیدہ ظاہر کیا۔ ہم نے ۵ امئی سنہ ۱۹۱۳ء کے اخبار بدر مین دلائل صریحہ سے اس کو ثابت کر دیا ہُوا ہے جس کا پادریون سے کوئی جواب نہین بن پڑا۔ صرف اِدھر اُدھر کی باتون سے ٹالنے کی کوششین کر رہے ہین ؞

بعض لوگوں کی تو ساری ہستی جعلی باتوں کو ماننے اور منوانے اور جعلی اور فرضی اعتراض کرنے پر منحصر ہے۔ تو پھر ایسی کتاب جو بمقابلہ انجیلوں کے زیادہ معتبر ظاہر ہوتی ہے اور جو انکی طرف سے شائع ہوئی اون کی مسلمہ سمجھو اور اس حیثیت سے اس کا ترجمہ شائع کرنے میں ہم نے کوئی غلطی نہیں کی ٭

اب اسجگہ ہم اصل اعتراض کا جواب عرض کرتے ہیں ہم نے اوپر لکھا ہے کہ قرآن کریم نے شخصوں یا گروہوں کا ذکر کیا ہے اون کے ناموں۔ کنیتوں۔ خطابوں۔ لقبوں سے ہی ان کا ذکر کیا ہے جن سے وہ بزبان فصیح معروف تھے۔ اس میں قرآن کریم نے کوئی دست اندازی اور تبدیلی نہیں کی۔ چنانچہ اس اُصول کو عیسائی محقق بھی مانتے ہیں ٭

واضح رہے کہ عبرانی زبان میں لفظ رب (רב) پڑھنا۔ پڑھانا۔ قابلیت حاصل کرنا اور استاد ہونا وغیرہ معنوں میں آتا ہے۔ اور عربی زبان میں رب کے معنے عدم سے وجود میں لاکر بتدریج کمال تک پہنچانے والا۔ پرورش کرنیوالا وغیرہ ہیں۔ لیکن اس میں علم کے معنے جو عبرانی اصل میں پائے جاتے ہیں موجود نہیں۔ عربی میں ربّی اور ربّانی اون معنوں میں استعمال نہیں ہوتا۔ جن میں انکو عبرانی والے کرتے ہیں۔ کیونکہ عربی میں ربّی معنے میرا رب ہے۔ اور ربانی میں عربی ترکیب کے لحاظ سے آن مبالغہ کے لئے زیادہ کیا گیا ہے۔ اور بصورت فاعل و مفعول ربانی۔ ربیانی کے معنوں میں بھی کہیں آسکتا ہے۔ جس کے معنے میری ربوبیت کی اور جب صفت کے طور پر آتا ہے تو موصوف کا ماقبل یا مابعد میں مذکور ہونا ضروری ہوتا ہے جیسے مرد ربانی۔ ربانی شیخ۔ عالم ربانی وغیرہ ٭

قرآن کریم نے اپنے اُصول کے لحاظ سے یہودی علماء کو اوس گروہ کے متعلق جس کو انکی قوم و زبان میں ربانی کہتے تھے لفظ ربانی کا ہی استعمال فرمایا ہے۔ ربانیون اور ربانیین اس کی جمع کی صورتیں ہیں۔ قرآن کریم نے کسی اسلامی عالم کے لئے لفظ ربانی کو استعمال نہیں فرمایا۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ یہ یہودی لفظ تھا اسلئے یہودیوں کے لئے مخصوص رکھا ٭

عبرانی میں ربی اوسجگہ استعمال کرتے ہیں جہاں مخاطب کو تکریماً اس سے خطاب کیا جاتا ہے۔ مثلاً دانیل رفائیل کو کہتا ہے۔ ربی یعنے تو میرا اُستاد ہے یا اے اُستاد۔ لیکن جہاں کوئی شخص اپنے عالم ہونے کو آپ ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کا اپنے آپ کو ربی کہنا جائز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کا مفہوم تو ایک غیر مخاطب کا متقاضی ہے پس اس کو یہ کہنا پڑیگا کہ میں ربّ ہوں اور اس کو ادا کرنے کے لئے وہ ربانی کہے گا ٭

جب کسی شخص کو گواہی لکھنے کا موقعہ پیش آتا ہے تو ضروری ہوتا ہے کہ وہ اپنے نام کے ساتھ اپنا ایسا پتہ بھی لکھدے جس سے بوقت ضرورت اوسکو پہچان لیا جاسکے اور نیز اس کی شہادت پر اعتبار کا موازنہ کیا جاسکے۔ مثلاً ٹامس ہاول صاحب کو اگر کسی دستاویز یا کسی سرکاری کاغذ پر گواہی کرنے کا موقعہ پیش آئے تو اون کے لئے ضروری ہوگا کہ اپنے نام کے ساتھ اپنا پتہ پاسٹر کلیسائے چرچ آف انگلینڈ لاہور بھی لکھیں۔ یہ ایک قانونی ضرورت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں ٹامس ہاول بشیر جو چرچ آف انگلینڈ کے کلیسا کا پاسٹر ہوں بحیثیت گواہ اسپر اپنے دستخط ثبت کرتا ہوں ٭

اسی طرح دانی ایل۔ رفائیل۔ جو اُن تینوں شخص جنھوں نے یسوع کے وارنٹ پر بحیثیت گواہ ہونے کے دستخط کئے تھے قانونی تقاضے سے مجبور رہتے کہ اپنے عہدے یا حیثیت کو پتہ کیلئے ضرور لکھتے اور چونکہ وہ رب۔ یعنی علماء ربی عہدہ رکھنے والے تھے اس لئے اُنہوں نے علیحدہ علیحدہ ظاہر کر دیا کہ "میں ربی ہوں" اور میرا نام یہ ہے ٭

علاوہ ازیں یہ اصل کا ترجمہ ہے آپ اس کو ربانی لکھنا پسند نہیں کرتے۔ ربی لکھ لیں۔ موجودہ اناجیل مروجہ میں جو پادری صاحب اپنے گرجے میں پڑھتے ہیں بہت سے عربی لفظ ہیں ٭

اب اس مضمون کو پڑھ کر ناظرین اچھی طرح سمجھ گئے ہونگے کہ اس کتاب کو میرزائیوں کا افتراء بیان کرنے میں اور اس کی تردید میں جو اُمور لکھے ہیں اون کے لکھنے میں ٹامس ہاول صاحب کہاں تک راستی پر ہیں۔ قدم قدم پر اون کی غلط بیانی اور اون کا راستبازی کی راہ سے تجاوز کرنا ثابت ہے۔ ہمنے انکی آپ کو اختصار کی خاطر بہت ضبط کیا ہے ہمیں وہ دھمکاتے ہیں کہ باقی نمبروں اور بھی لکھیں گے ہم ان کو روکنا نہیں چاہتے ان کا جو جی چاہے لکھیں۔ لیکن اتنا عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اب وہ اپنی عمر کے گیارہویں گھنٹے میں ہیں اسلئے اپنے آخری وقت میں اللہ تعالیٰ سے موافقت کرلیں تو بہت بہتر ہوگا ورنہ وہ یسوع مسیح جس نے آپ ایلی ایلی لما سبقتانی کہتے کہتے رات گذار دی تھی۔ اون کو وہاں سے نجات نہیں دلا سکیگا ٭

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

خاکسار معراج الدین۔ عمر احمدی

۲۲۔ اگست سنہ ۱۹۱۳ء

ڈاک ولایت

برادر لطف اللہ خان کا خط بخدمت حضرت خلیفۃ المسیح

لنڈن - ۱۸۔ ستمبر سنہ ۱۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امامنا و سیدنا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مختلف اسباب ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ جنکی وجہ سے یورپ میں عموماً اور انگلستان میں خصوصاً اسلام کے متعلق دلچسپی پیدا ہونی شروع ہو گئی ہے۔ اسلامی اُصولوں کے بیان اور شرح کا کام ریویو آف ریلیجنز اور اسلامک ریویو کر رہے ہیں مگر بعض طبائع ایسی ہیں کہ اون کو اُصولوں کی تفتیش اور جان پہچان کا زیادہ شوق نہیں ہوتا یا محض اُصولوں کی بحث سے اون کی تسلّی نہیں ہوتی وہ اسلامی عمل کو سمجھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں اور ارکانِ اسلام معلوم کرنا اور سیکھنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے قرآن کریم کے ترجمے کی بہت ضرورت ہے یہ فرض بھی مولوی محمد علی صاحب تھوڑے عرصے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرانجام دیدینگے جتنی جلدی ترجمہ چھپ کر تیار ہو جائے بہتر ہے لیکن میری ناقص سمجھ میں ترجمہ سے بھی پیشتر اور فوراً ایک چھوٹے سے انگریزی رسالے کی ضرورت ہے۔ جس میں مختصر طور پر ارکان اسلام کی تشریح ہو۔ اور اگر اِتنا نہیں تو کم سے کم نماز کی دعائیں ان کا ترجمہ اور نماز کے اُصول و ضوابط تو ضرور ہوں۔ جہاں تک مجھے یاد ہے۔ میں بدر میں پڑھا تھا۔ کہ حضور نے فرمایا کہ نماز میں الحمد شریف اور ما ثورہ دعاؤں کا عربی میں پڑھنا ضروری ہے۔ باقی دعائیں انگریزی میں پڑھی جاسکتی ہیں۔ میں یورپ میں بعض ایسے اشخاص کو جانتا ہوں جو اسلام کا کسی حد تک مطالعہ کر رہے ہیں اور اس کو بہت نزدیک ہیں جونہی ان کا اطمینان ہو گیا وہ یہ طلب کرینگے۔ کہ انہیں ارکان اسلام سکھلائے جاویں۔ یوں تو ہر ایک مسلمان انہیں نماز روزے کے متعلق بتا سکتا ہے یا خواجہ صاحب رسالے میں ایسی باتیں چھپا سکتے ہیں مگر میرے خیال میں یہ ضروری باتیں حضرت صاحب کی ٹیچنگز آف اسلام کی طرح ایک مستقل رسالے کی صورت میں ہونی چاہئیں اور وہ رسالہ حضور کی سرپرستی کے ماتحت تیار ہونا چاہیئے تاکہ جو احکام اور اُصول اس میں درج ہوں وہ مستند ہوں اور بہ تسلی و تشفی نو مسلم انپر عمل کر سکیں بلکہ آجکل کے نوجوان بھی جو اسلام کے احکام سے ناواقف ہیں وہ اُردو رسالے کے تو نزدیک نہیں جاتے۔

مگر انگریزی رسالے کو شوق سے پڑھینگے - اور سعید روحین اس سے بہت کچھ حاصل کر لینگی - چونکہ یہ رسالہ انگریزون کے لئے ہوگا اس میں تمام دُعائیں اوّل عربی مین ہون - پھر ان کا عربی تلفظ انگریزی مین ہو تاکہ یہ لوگ انہین زبانی یاد کر سکین - اور پھر ان کا انگریزی ترجمہ ہو - ایسا رسالہ ٹیچنگز آف اسلام کی طرح خوشنما کاغذ اور عمدہ طریقے پر انگلستان مین چھپے تو بہتر ہو - اس کے اخراجات کے لئے خاص ضرورت ہوگی - کئی احمدی احباب شوق سے مدد دینے کو تیار ہون گے - اگر غلام کی تجویز حضور پسند فرماوین اور اس کے متعلق حکم صادر فرماوین تو رسالہ کے اخراجات کے لئے ۳۰ روپے اپنے ماہانہ خرچ سے عاجز ارسال کر دیگا - میرے خیال مین ایسے رسالہ کی اس وقت انگلستان مین بہت سخت ضرورت ہے - اس کی بہت زیادہ کاپیان چھپوانے کی ضرورت نہین - کیونکہ اس کی عام اشاعت غرض نہیں صرف ان لوگون کو ضرورت ہوگی جن کو اسلام کے ساتھ رغبت پیدا ہو چکی ہو - اور ایسے لوگ اسے قیمتاً خریدنے کو تیار ہون گے - غلام نے اپنے خیال کا اظہار کر دیا ہے - فیصلہ حضور کے ہاتھ مین ہے ؂

امسال گرمی کی تعطیلات میں مین فن لینڈ - روس سویڈن کی سیر کو گیا تھا - جیسے شاید پچھلے عریضے مین عرض کر چکا ہون ایک جہاز پر سفر کرتے ہوئے فن لینڈ کی ایک طالب علمہ خاتون سے ملاقات ہوئی جو انگریزی کے علاوہ پانچ اور زبانین بولتی اور پڑھتی ہے - چونکہ پہلے اس نے کبھی کوئی ہندوستانی نہین دیکھا تھا - اسلئے اوس کی اور میری بہت دیر تک ہندوستان اور اسلام پر گفتگو ہوتی رہی - اور بعد مین فن لینڈ پہنچ کر بھی چند دفعہ اس کی ملاقات ہوئی اُس نے مجھ سے صاف کہدیا کہ میرا عیسائیت پر بالکل ایمان نہین - اور میں اکثر اس وجہ سے ناخوش رہتی ہوں کہ میں کوئی مذہب نہین رکھتی - اگر میرا کسی بات پر ایمان ہو تو میں زیادہ خوش رہون - مین نے اسلام کے سادہ اُصول اُسے بتائے سنکر کہنے لگی کہ جو باتیں تم بتاتے ہو اگر یہی اسلام ہے تو مین شاید مسلمان ہو جاؤں گی کیونکہ میں محسوس کرتی ہون کہ مین ان باتون پر ایمان لا سکتی ہون - اُس نے کہا کہ مجھے اسلام کے متعلق کچھ معلوم کرنے کا ہمیشہ سے شوق رہا ہے - کیونکہ جب مین سکول میں تھی - تو ہمارا ایک اُستاد ہمیشہ ہم سے کہا کرتا تھا کہ قرآن اور محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی سوانح کو ضرور پڑھنا - پھر مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ مجھے اسلام کے متعلق کوئی کتاب وغیرہ ضرور بھیجنا - چنانچہ واپس آکر حضرت صاحب کی ٹیچنگز آف اسلام اور خواجہ صاحب کا ایک رسالہ اوس کو بھیجا - کل اس کا جواب آیا ہے - لکھتی ہے - کتابون کی بابت ہزار ہزار شکریہ میرا قبول کرین - ابھی ابھی مجھے ملی ہیں - ٹیچنگز آف اسلام نہایت پُر ذوق معلوم ہوتی ہے - میں نے چند اقتباس پڑھے ہیں - مجھ نہایت خوشی ہے کہ میں اسلام کے اصُول اب سیکھ سکتی ہون " آگے چلکر خط مین ایک اور جگہ اسلام کی بہت تعریف لکھی ہے - ایک دفعہ مجھ سے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ بہی طلب کیا تھا - میں نے وعدہ کیا کہ جب مولوی محمد علی صاحب کا ترجمہ تیار ہو جائیگا تو ارسال کر دونگا ؂

جب پہلے اس خاتون سے میری ملاقات ہوئی - تو اس نے خیال کیا کہ یہ کوئی جاہل گنوار ہے بعد مین اس کا یہ خیال بدلتا گیا پہر اوس کو حیرت اور تعجب ہوا - کیونکہ جب وہ فن لینڈ کی تاریخ وغیرہ کے متعلق بہی ذکر چھیڑتی - تو میں اس کو پہلو ہی بتا دیتا کہ وہ کیا کہنا چاہتی ہے - پہر اس نے میرے چال چلن پر غور کیا - تو اوس کو اور بہی تعجب ہوا کہ اس شخص کے اخلاق اور یورپی اخلاق مین اتنا فرق کیون ہے - چنانچہ اوس نے مجھے ایشیائی تہذیب اور میرے مذہب کے متعلق سوال کرنا شروع کر دیا - پہر اس کی حیرت اور بڑہنی شروع ہوئی - میں نے معلوم کیا کہ وہ خود بالکل ایشیائی خیالات کی عورت ہے - فن لینڈ کے لوگ مغلیہ نسل کے ہیں - اور اون مین یورپ کی نسبت ابہی تک ایشیائی آثار زیادہ پائے جاتے ہین - مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ یہ لوگ لسی (چھاچھ) پیتے ہیں - چنانچہ دو سال کے بعد پھر لسی کا لطف اُٹھایا - آخر زمینداری اثر طبیعت مین موجود ہے - اس ملک مین چونکہ سورج گرمیون میں دیر تک رہتا ہے اسلئے گرمی شدت سے پڑتی ہے - یہ تو جملہ معترضہ تہا - پردہ اور طلاق کے متعلق جب گفتگو ہوئی تو اب مجھے حیرت ہونے لگی - کیونکہ ان مضامین پر بھی ہم نے اپنے آپ کو بالکل ہمخیال پایا - پہر یورپین تہذیب کا ذکر آیا تو اوس نے بہت حقارت ظاہر کی ؂

یوروپ مین لڑکون اور لڑکیون کا آپس مین جیسے میل جول ہوتا ہے - اور خاص کر سفر مین جہاز ون پر اوس کے دُہرانے کی ضرورت نہین - لیکن جب اس خاتون نے دیکھا کہ مین اس مین بہی اورون سے مختلف ہون تو اوس نے میری بہت عزت کرنی شروع کی - چنانچہ اس نے مجھ سے کہا کہ اوّل اوّل تو مین نے جاہل خیال کیا اور بچہ سمجھا لیکن اب مین ہر وقت تم سے ڈرتی ہونگی مبادا مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جو تمہارے اعلیٰ اخلاق کے درجے تک پہونچے - پہر بعد مین ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ اگر کسی بچے کی تربیت میرے ہاتھ مین ہو تو میں تمہیں نمونہ بنا کر اس کی تربیت کرون اور جو عزت اور ادب تمہارا میری نگاہ مین ہے تم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے - مینے جواب دیا کہ اگر آپ کوئی خوبی مجھ میں دیکھتی ہو تو وہ اس وجہ سے ہے کہ اسلام میرا دین ہے اور جو برائی مجھ مین ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ مین ابھی پورے طور پر اسلام پر عمل کرنے کے قابل نہیں ہوا (اللہ تعالیٰ توفیق دیوے) ؂ آمین

اثنائے گفتگو مین مین نے حضرت صاحب اور حضور کا ذکر کیا اور حضرت صاحب کے دعاوی مختصراً بیان کئے - اب اوسے مجھ پر یہان تک اعتماد ہو گیا تہا کہ میں جو کچھ کہتا تہا اُسے صحیح تسلیم کر لیتی تہی - اور اسپر غور کرتی تہی ؂

مینے اوس کو پہلے خط کے شروع میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا - اوس نے اس کے معنے طلب کئے - مین نے لکھ بھیجے اس دفعہ کا خط اوس نے بہی بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ساتھ شروع کیا ہے اور اوسے عربی الفاظ مین بالکل ٹھیک نقل کیا ہے میرا ارادہ ہے کہ اسے اسی طرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور الحمد شریف کا لکھنا پڑھنا - تلفظ اور معانی سکھا دئے جاویں جہانتک گفتگو اور خط و کتابت سے معلوم ہوتا ہے اوسے اسلام کے متعلق بہت حسن ظن ہے اور شوق کے ساتھ اس کا مطالعہ کرتی ہے حضور دُعا فرماوین کہ اللہ تعالیٰ اوسے ہدایت کی طرف لاوے - آمین - مینے یوروپ مین صرف یہ ایک عورت دیکھی ہے جو نہ صرف اسلام کے متعلق شوق رکھتی ہے بلکہ بغیر پیشتر معلوم ہونے کے اسلامی اُصولون اور رواجون مثلاً پردہ کو پسند کرتی ہے - حالاں کہ عام یوروپین عورتین اس کے بہت خلاف ہوتی ہین - یوروپین تہذیب کو بالکل پسند نہین کرتی سوال کرنے پر صاف اور سچا جواب دیتی ہے - کوئی ادہر اُودہر کی بات کہہ کر ٹال نہین دیتی - اور عام طور پر یہ ایشیائی مذاق کی عورت ہے - باین ہمہ نہایت لایق اور ذہین ہے - آرکیالوجی پڑہتی ہے اور سویڈن ناروے اور فن لینڈ مین پہلی عورت آرکیالوجسٹ ہوگی - غلام کے لئے حضور دُعا فرماوین ؂

والسّلام

حضور کا غلام - ظفر اللہ خان - لنڈن

احمدی احباب سے خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ٭ جنھوں نے حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کے دست مبارک پر اور حضرت خلیفۃ المسیح ؑ کے ہاتھ پر یہ اقرار کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم کرین گے۔ بفضل خدائے لایزال ہم نے ارادہ کیا ہے کہ قرآن شریف کا احمدی طرز کا ترجمہ جسپر حضرت خلیفۃ المسیح کے حاشیے ہون گے۔ شائع کرین ہمارے بھائی اس اہم ترین کار خیر مین اعانت فرماوین نیز دُعا کرین کہ یہ کام اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسان فرمادے۔ اور بخیر وخوبی اس کا انجام ہو۔ قرآن شریف ہی بدرِ کامل ہے یہی حقیقی الحکم ہے یہی اصلی الحق ہے یہی واقعی اللہ پاک کا فضل ہے اور یہی پیغام صلح ہے۔ ہان یہی الٰہی نور ہے اور یہی تشحیذ الاذہان ہے اور یہی انسان کی اصلی حالت کا ریویو ہے۔ اسی قرآن شریف پر یہ سب نام صادق آتے ہیں یہ ایک ہی کتاب ہے جو زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے آج خدا کی کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔ اور کوئی کتاب صحیح نہین رہی نہ تورات اصلی حالت پر رہی نہ وید نہ ژند واستا وغیرہ۔ اور انجیل کا تو حال ہی نہ پوچھو۔ اس کا تو اصلی نسخہ جو مسیح علیہ السلام کی اپنی زبان مین ہو۔ جہان بھر مین کہین نظر ہی نہیں آتا۔ ترجمہ در ترجمہ لوگ لئے پھرتے مین۔ اور اوسی کو خدا کا کلام کہتے ہین جس کا کچھ ثبوت نہین۔ ان تراجم مین بھی سال بسال ترمیم وتنسیخ ہوتی رہتی ہے۔ بحالیکہ قرآن شریف مین ایک حرف یا ایک نقطہ بلکہ زیر و زبر اور پیش تک کا بھی اختلاف نہین۔ مشرق مغرب شمال جنوب مین جس قرآن شریف کو کھول کر دیکھو۔ دوسرون سے ذرا اختلاف نہ پاؤگے۔ ہمارے مذہبی دشمن سر پٹخ پٹخ کر تھک گئے۔ بلکہ کئی مر بھی گئے لیکن مختلف قرآنون مین جو مختلف قومون اور ملکون مین موجود ہیں ذرا بھر بھی اختلاف نہ دکھا سکے اور اپنی کتابون کی غلطیون کے تو وہ خود قائل ہین مین کہان سے کہان چلا گیا۔ الغرض قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اور بے علموں بلکہ کم علمون کے واسطے اس کے صحیح ترجمہ کی نہایت ضرورت ہے۔ اور حواشی وفواید ضروریہ کی اس سے بڑھ کر حاجت ہے اس صدی مین اگرچہ کئی ترجمے چھپے اور کئی نئے حاشیے چڑھائے گئے لیکن اون کے فوایدسے اون کا نقصان زیادہ تر پایا گیا۔ بعض حواشی اور ترجمے تو ایسے ہیں کہ جن کا پڑھنا اور دیکھنا ہی گناہ عظیم ہے۔ اغلباً اللہ پاک کی بے عزتی کیگئی ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی ہتک روا رکھی گئی ہے۔ بہت سی ایسی لغو اور مہمل باتین اور قصے حاشیون مین درج ہین کہ جن کا کچھ ثبوت نہین یہ سب خرابیان فیج اعوج کے زمانہ مین پیدا ہوئین۔ جس مین یہود و نصاریٰ کی روایات پر اعتبار کرکے انہین تفسیر قرآن مجید سمجھ لیا گیا اس پر بھی بڑا افسوس ہے پھر تصحیح نہ کی بلکہ ایک دوسرے کی تقلید مین گرفتار ہوکر اوسی چاہ ضلالت مین سرنگون ہو کر گرتے چلے گئے کئی اچھے لوگ بھی بسبب غلطی کے اس بلا مین پھنس گئے۔ اللہ تعالیٰ انہین بخشے۔ آمین۔ قرآن شریف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت ہوتی ہے۔ لیکن حواشی قرآن شریف مین برخلاف اس کے اون کو زندہ ٹھہرایا گیا۔ اور اب تک آسمان پر بٹھا رکھا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو مشرک قرار دیا گیا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی زوجہ کو جسے قرآن شریف مسلمان کہتا ہے۔ مشرکہ بتایا ہے۔ داؤد علیہ السلام کو جنہین قرآن شریف خلیفۃ اللہ فرماتا ہے (نعوذ باللہ) زانی اور پرائی عورت کا عاشق کہا ہے اور خون ناحق کا بھی ارتکاب ان سے منسوب کیا ہے۔ حضرت یوسف کا ازاربند بھی زنا کے لئے کھلوایا ہے۔ (معاذ اللہ) غرض بعض حواشی تو بہت ہی گندے اور مکروہ ہین جن کے ذکر سے بھی شرم آتی ہے۔ مسلمان وہی حواشی آج کے دم تک چھاپے چلے جاتے ہین اور اللہ تعالیٰ سے ذرا بھی نہین شرماتے اللہ تعالیٰ انہین ہدایت بخشے۔ آمین۔ ہم نے انہین امور کو مدنظر رکھ کر اپنی احمدی جماعت کے لئے عمدہ طرز کا ترجمہ اور اعلےٰ درجہ کے صحیح حواشی والا قرآن شریف طبع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اگر ارادہ الٰہی شامل حال ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ ۱۹۱۴ء تک عمدہ اور اعلےٰ درجہ اور حواشی کا قرآن شریف جو نفیس کاغذ پر بے بدل کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہوگا احمدی بھائیون کے ہاتھون تک پہنچ سکیگا۔ قیمت جس قدر خرچ ہوگی اوس سے زیادہ نہین لی جاوے گی۔ لوگ ہماری روپے سے امداد فرماوین۔ تین طرح کا روپیہ ہمارے بھائی ہمین عنایت فرماوین۔ ایک محض للہ فی اللہ۔ دوسرے قرآن شریف کی قیمت مین سے ایک حصہ پیشگی عنایت کرین جو پانچ روپے ہین قیمت کا حساب پھر ہوگا اور کمی بیشی مجرا دیجائے گی۔ تیسرے قرض حسنہ۔ اس کی یہ صورت ہے کہ دس روپے کم از کم اور زیادہ سے زیادہ سو روپیہ۔ اور خاص صورتون مین سو سے زیادہ بھی لیا جاویگا۔ اگر ضرورت پڑے تو قرضہ کا روپیہ پانچ برس کے بعد واپس کیا جاسکتا ہے اے میرے دوستو یہ قرآن شریف کے ترجمے کا کام بہت ہی بابرکت ہے۔ قرآن شریف خود جامع برکات ہے۔ لہٰذا اس کا ترجمہ بھی برکات کا مجموعہ ہے۔ برکہ اس پکے تالاب کو کہتے مین جس مین چارون طرف سے آکر پانی جمع ہوتا ہے یہی حال قرآن شریف کا ہے کہ جس قدر پہلی کتابون اور آیتون مین متفرق طور پر برکات وحسنات پائے جاتے ہین وہ سب اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف مین جمع کردئے ہیں۔ کوئی خوبی اور برکت اب قرآن شریف کے باہر نہین رہی۔ مجموعہ حسن وخوبی قرآن شریف ہے قرآن شریف پر عمل کرنے سے آدمی صالح اور مؤمن ومحبوب الٰہی بن سکتا ہے اور چونکہ عمل کرنا سمجھنے پر موقوف ہے اور سمجھنے کے لئے ترجمہ کی حاجت ہے۔ لہٰذا ترجمہ پر روپیہ خرچ کرنا نہایت ثواب کا کام ہے جس کے حاصل کرنے کے واسطے مین تم سے روپیہ مانگتا ہون۔ اے عزیزو۔ کوڑیون کے مول تمہین ہیرے اور جواہر ملتے ہین۔ اُٹھو اور دوڑو۔ کسل اور سستی کو چھوڑ دو۔ دُنیا کے آرامون مین روپیہ خرچ کرنا تو ایسا ہے جیسا آک کو پانی دینا۔ اور قرآن شریف کے واسطے کچھ دینا ایسا ہے جیسا کہ بہشت برین کی آبپاشی کرنی۔ اے پیارو! آک کو پانی دینے سے کچھ فائدہ نہین تم دینی باغ کو پانی دو تاکہ دین دُنیا مین اس کے پھلون سے لذت اُٹھاؤ ٭

وما علینا الا البلاغ - والسلام

میر ناصر نواب قادیان - ۲۵ - ستمبر ۱۳ء

معجون اکسیر

یہ معجون پچیس دواؤن سے طیار کی گئی ہے اور حافظ محمد جمال صاحب احمدی ساکن قادیان نے طیار کی ہے۔ بعض احباب نے تجربہ کرکے اس کے فوائد کی تصدیق ہے۔ اس کے کھانے کے فوائد مختصراً یہ ہین ٭

ضعف دماغ - دردسر - دردکمر - زکام - نزلہ کو دُور کرتی ہے مقوی باہ - تغلیظ وتولید منی مین بہت فائدہ مند ہے۔ کھانے مین بہت خوش ذائقہ - قیمت فی سیر ۴/۸ ٭

نظم ابطال کفارہ

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مؤلف کتاب چٹھی مسیح ساکن ترگڑی ضلع گوجرانوالہ نے ردِ کفارہ مین ایک پنجابی نظم لکھی ہے اور وہ چاہتے ہین کہ کوئی دوست اُسے چھپوا کر مفت تقسیم کرے یا قیمتاً بیچ کر فائدہ اُٹھائے۔ کل تین سو اشعار ہین خط وکتابت براہ راست مولوی صاحب موصوف کے ساتھ کی جائے ٭

سول کا ضمیمہ بے قاعدہ نہیں ہوتا کسی پچھلے اخبار میں جو ہم نے نوٹ دیا تھا۔ کہ

اخبار سول ملٹری گزٹ بعض ضمیمے ہوتے ہیں جن پر الفاظ ضمیمہ اور تاریخ لکھی نہیں ہوتی۔ سو ان کے متعلق تحقیقات سے معلوم ہوا کہ سول اخبار ۸ تولے سے زاید بھاری ہونے کے سبب ایک پیسہ کے نرخ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور جب اسپر دو پیسے کا ٹکٹ لگا تو وہ ایک پیکٹ ہو گیا۔ پھر جو چاہیں اس میں ڈال لیں ؛

تلاش گم شدہ میاں نظام الدین صاحب احمدی ساکن ڈیرہ بابا نانک کا بھائی فضل دین نام قد میانہ کسیقدر سانولا رنگ۔ موٹی ناک۔ عمر ۲۳ سال چار سال سے مفقود الخبر ہے۔ کوئی صاحب پتہ نکال کر مشکور فرماویں ؛

ریاض النور حصہ اول ماسٹر محمد علی خان صاحب اشرف احمدی ساکن موضع بیرم پور حال قادیان کی نظموں کا مجموعہ جس میں حمد و ثنا خالق ارض و سما و نعت ختم المرسلین و صفت مسیح موعود کے سوائے مذمت بتان اور عشق انگیز اشعار بھی ہیں ایک مخلص کے درد دل کا اظہار ہے۔ قیمت فی نسخہ ۴ر- ملنے کا پتہ۔

ماسٹر صاحب موصوف قادیان ضلع گورداسپور۔ نظم میں حضرت مسیح موعود کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؛

توُرا نام کرشن اوتار بھیو ؛ موری بگڑی بات سنوار دیہو
ناؤ اشرف کی منجھدار پیو۔ کرو پار پیا موری ناؤ دریا

ڈاکٹروں اور کمپونڈروں کیلئے خوشخبری

(۱) حال ہی میں لگکرون کی ایک دوائی طیار ہوئی ہے جو کہ انگریزی دوائی کاسٹک کی طرح لگائی جاتی ہے یہاں اس دوائی سے بفضلہ تعالیٰ بہت سی بیماریوں کو بہت ہی فائدہ ہوا ہے۔ ہم انکی سندات بھی پیش کر سکتے ہیں۔ قیمت فیتولہ عہ

سُرمہ عزیزی۔ یہ سرمہ بھی لگکرون کے لئے طیار ہوا ہے اس میں توتیا سبز کو کیمیاوی ترکیب میں لاکر اس میں اور بہت سے مفید اجزاء شامل کئے گئے ہیں۔ قیمت فی تولہ ۸ر

بال اُڑانے کا پوڈر۔ جس سے تین منٹ میں بال صاف ہو جاتے ہیں۔ جلد نرم اور صاف ہو جاتی ہے۔ پھر ارزاں اسقدر کہ فی سیر ایک روپیہ میں دیا جاویگا ؛

برص کا علاج۔ سفید سفید داغ جو جسم پر پڑ جاتے ہیں جس سے بدن بہت ہی بدزیب ہو جاتا ہے یہ داغ خون کی خرابی سے پیدا ہوتے ہیں ایسے داغوں کو جسنہ ام کی ایک قسم مانا گیا ہے ہم نے اس کے لئے ایک نہایت عمدہ دوائی طیار کی ہے جس سے بہت ہی جلد یہ بدنما داغ دور ہو جاتے ہیں اور یہ دوائی اللہ تعالیٰ کے فضل سے تیسرے دن ہی اپنا خاصہ اثر دکھائے گی۔ قیمت دوائی جو کہ ایک مہینہ کے لئے کافی ہو ؛ عہ (ایک روپیہ)

اصلی ست سلاجیت قسم اعلیٰ جو بہت محنت سے طیار کی گئی ہو مقوی جمیع اعضائے رئیسہ۔ بدن کو قوت دیتی ہے ایک مفرد دوائی ہے جو پہاڑوں سے نکلتی ہے پہاڑ کی موسیائی ہر جریان اور کثرت پیشاب کا علاج۔ جوڑوں کے درد کو مفید ہے۔ بلغم کو کاٹتی ہے قوت بدن کو بڑھاتی ہے قیمت اصلی فی تولہ عار۔ آجکل رعایتی تا اخیر اکتوبر ۱۳ء عہ فیتولہ

بدر ایجنسی۔ قادیان ضلع گورداسپور

اکسیر البدن ملک عرب کا ایک سربستہ راز طاقت کا عجیب و غریب نسخہ جو کہ مولوی عبد الحی عرب صاحب عرب کے ملک سے لائے ہیں ہر طرح کی کمزوری سستی۔ کمی باہ۔ احتلام جریان۔ رقت۔ ضعف دل و دماغ۔ درد کمر۔ نسیان۔ زکام۔ نزلہ کا علاج

تصدیق۔ اس سے بڑھکر اور کیا ہو گی کہ حضرت مولوی سرور شاہ صاحب مفسر۔ حکیم عبد الرحمان صاحب کاغانی حکیم نظام جان ہزاروی۔ حکیم غلام محی الدین صاحب قریشی سید محبوب عالم صاحب قادیانی۔ مفتی محمد صادق صاحب اڈیٹر بدر نے تجربہ کر کے اسکی شہادت دی ہے پہلے تو بہت گران فروخت ہوتی تھی مگر اب عرب صاحب نے اس کی قیمت تا اخیر اکتوبر فی روپیہ ۶۰ گولی اور فی دو روپے ۱۴۰ گولی کر دی ہے۔ بہت جلد طلب فرماویں ؛ ملنے کا پتہ۔

بدر ایجنسی قادیان ضلع گورداسپور ؛

متفرق اوراق جن صاحبان کے پاس درس قرآن کا کوئی ورق نہ ہو وہ اب طلب کر لیں متفرق اوراق تھوڑے ہوں تو ایک پیسہ فی صفحہ لیا جائیگا اور اگر اول یا آخر سے بہت سے صفحات اکٹھے مطلوب ہوں تو انکی قیمت دریافت کرنے سے بتلائی جا سکتی ہے اس کیواسطے پہلے خط و کتابت کرنی چاہیئے ؛

وہ سب صاحبان جن کی قیمت یکم ستمبر ۱۹۱۳ء کو ختم ہوتی ہے اون کے نام اخبار کا وی پی ۳۰۔ اکتوبر ۱۳ء کا پرچہ کیا جاویگا۔ خریداران ضمیمہ کے نام چار روپے کا جو غیر خریداران ضمیمہ ہیں اون کے نام عا ۸ر + ۸ر = ۸ ر- در بابت اون ایام کے ہیں جنمیں اخبار چھوٹے سایز پر ہو کر سب کے نام معہ ضمیمہ ارسال ہوتا رہا ہے ؛

پچاس سالہ تجربہ

ناظرین! ادویات ذیل کے متعلق میرے والد ماجد ڈاکٹر نیاز علی خان صاحب کا چالیس سالہ تجربہ ہے۔ علاوہ ازیں دس سال تک میں خود لکسر ضلع سہارنپور اپنے مطب میں ان دواؤں کو استعمال کیا۔ ہمیشہ مفید پایا لہذا فائدہ عام کے لئے مشتہر کرتا ہوں ؛

(۱) اموسنسی پلز (گولیاں ضعف باہ) جو مریض اپنے ہاتھوں یا کسی اور بداحتیاطیوں کو سبب یا کثرت جماع کی وجہ سے نامرد ہو گئے ہوں۔ اون کے لئے یہ گولیاں نہایت مفید ہیں چار ہفتہ کے استعمال سے گمشدہ طاقت بفضلہ تعالیٰ واپس آ جاتی ہے قیمت ۵۰ گولیاں پانچ روپے (صہ)

(۲) اسپر موٹر پاؤڈر (سفوف جریان) اس کے استعمال سے منی گاڑھی ہو کر امساک ہوتا ہے اور قوت باہ بڑھ جاتی ہے دو ہفتہ کے لئے ۲ تولہ ۴ ماشہ عہ

(۳) اگیوٹ گنور پاؤڈر عا ابتدائی شدید قسم کا سوزاک دو ہفتہ کے استعمال سے درد اور جلن رہتی ہے کثرت ادرار ہو کر آرام ہو جاتا ہے قیمت دو ہفتہ کیلئے ۲ تولہ عاہ

(۴) کرانک گنور پاؤڈر۔ پرانے سوزاک کا سفوف۔ اس میں سوزش اور جلن کم ہو جاتی ہے پیپ کا رہنا آتا ہے۔ منی کے ناکمس اور خراب ہو جانے کے باعث اولاد پیدا نہیں ہوتی اور اگر ہوتی ہے تو طرح طرح کے امراض مبتلا ہو کر ضائع ہو جاتی ہے کمزوری بڑھ جاتی ہے اس سفوف کے استعمال سے مذکورہ بالا سب شکایات ہو کر آرام ہو جاتا ہے۔ بفضلہ تعالیٰ قیمت دو ہفتہ کے لئے ۲ تولہ ۴ ماشہ تین روپے (ستہ) (۵) (پائلیس) خونی اور بادی بواسیر کی گولیاں۔ دو ہفتہ کے استعمال سے قبض اور نفخ شکم دور ہو کر بواسیر کو آرام ہو جاتا ہے خونی میں بالآخر ان گولیوں کے مسوں پر مرہم استعمال ہوتا ہے جس سے بواسیر کا خون بند ہو کر آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت دو ہفتہ کیلئے ۸۴ گولیاں مرہم ایک ڈبیہ ۱۲ ار کل عاہ ؛ (۶) جنرل ڈرابیلیٹی پلز۔ تمام قسم کے استسقاء کے لئے یہ گولیاں مفید ہیں۔ تین ہفتہ کیلئے ۴۲ گولیاں عہر

(۷) روماٹیزم پلز۔ گھٹیا باہ کی گولیاں۔ ان کے استعمال سے اور باہر روغن شفا کی مالش سے تین ہفتہ کے اندر آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت گولیاں ۶۳ عدد عہ۔ روغن شفا عہ (عہ) ہر ایک ادویہ کا محصول ڈاک بذمہ خریدار

المشتہر خاکسار عبد المجید خان خلف ڈاکٹر نیاز علی خان از قادیان